احکامِ شرعیہ
مرض سے موت تک
مرتبہ
محمد الیاس چشتی ضیاء
ناشر
انجمن غلامانِ چشتیہ پاکستان
محلہ رحیم پورہ (الہ آباد) وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

مرتبہ

گدائے کوچہ مرشد

محمد الیاس چشتی ضیاء

نام کتاب: احکام شرعیہ مرض سے موت تک

مرتبہ: محمد الیاس چشتی ضیاء

اشاعت اوّل: دسمبر 1998ء

اشاعت دوم: فروری 2003ء

اشاعت سوم: جنوری 2012ء

ہدیہ: 150 روپے

باہتمام: حضرت صاحبزادہ حافظ محمد عباس چشتی

سرورق: عمر گرافکس، لاہور

کمپوزنگ: نجم عباس (عمر گرافکس) لاہور
0345-4353288

ناشر: انجمن غلامان چشتیہ پاکستان محلہ رحیم پورہ (الہٰ آباد)
تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

ملنے کا پتہ

دار العلوم محمدیہ غوثیہ

محلہ رحیم پورہ۔ الہٰ آباد تحصیل وزیر آباد

ضلع گوجرانوالہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اے انسان فانی

رکھتا ہے کیسی تمنا اس حیات جاودانی کی
سمجھے کوئی نادانیاں اس انسان فانی کی
خوف مرگ دل میں رہے گر تیرے
پھر ہوس رہے نہ تمنا اس انسان فانی کی
سوچ اے غافل زندگی کا کیا اعتبار ہے
کب سے ہے موت منتظر انسان فانی کی
پیدا ہونے سے چلا ہے سوئے مرگ
یونہی گزرتی گئی عمر اس انسان فانی کی
نہیں معلوم کہ کب یہ ہو گا زیر زمیں
کون سا جھونکا بجھا دے شمع انسان فانی کی
دیکھ کر مرقد دارا و سکندر و جم ذرا
بتا کیا ہے تمنائے زندگی انسان فانی کی
پوچھ ان سے حشمت دنیا کا حال بھی
کچھ ہے حسرت و یاس انسان فانی کی
طمع و حرص ، رشوت و بغض و عناد
بری ہیں عادتیں اس انسان فانی کی
ضیاءؔ جس نے بخشے خوشیوں کے سامان
بھولا اسے ہائے غفلت انسان فانی کی

فہرست

انتساب

مفسر قرآن، فرید عصر، نباض قوم، حضور ضیاء الامت

حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری

نور اللہ مرقدہ کے نام

جنکے سہارے یہ عصیاں کار زندگی کی پر خار وادی میں

سوئے منزل رواں دواں ہے

گدائے کوچہ مرشد

محمد الیاس چشتی ضیاء

حرفِ اوّل

لوگ کہتے ہیں کہ نیکی کرنا بہت مشکل ہے مگر میں کہتا ہوں کہ اس سے آسان کوئی چیز نہیں نیکی فطرت کا تقاضا ہے اور فطرت کے خلاف چلنا مشکل ہوسکتا ہے۔ اس سے ہم آہنگ ہو کر چلنا مشکل نہیں ہوسکتا یہ الگ بات ہے کہ اب دور بدل گیا ہے۔ قدریں الٹی ہو گئیں، ماحول ہی کچھ کا کچھ ہو گیا۔

تھا جو نا خوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

اب ہمیں نیکی کرنا مشکل نظر آتا ہے اور بدی کرنا آسان حالانکہ نیکی اتنی آسان ہے کہ آپ کوئی تکلیف اٹھائے ئی روزانہ اس سے جھولی بھر سکتے ہیں آپ نے راہ چلتے راستے سے کانٹا ہٹا دیا کہ کسی کو چبھ نہ جائے یہ نیکی ہے ہم ہٹا دیا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگ جائے یہ نیکی ہے۔ کسی مریض کی کارداری کی۔ کسی بھائی سے ہمدری کے دو بول کہہ دیئے یہ نیکی ہے کسی کی خوبی کو دیکھ کر ماشاء اللہ کہہ دیا یہ نیکی ہے۔ چھینک آئی الحمد للہ کہہ دیا یہ نیکی ہے۔ کسی کی موت کی خبر سنی انا للہ کہہ دیا یہ نیکی ہے۔ غرض اس سلسلے کو دراز کرتے جایئے آپ دیکھیں گے کہ اگر ایک مسلمان کو اس کا اندازہ ہو تو وہ کبھی اس کے حصول کے مواقع سے جی نہیں چرا سکتا۔

مگر ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم روز بروز نیکی کے ماحول سے نکلتے جا رہے ہیں۔ نئے فیشن کے لوگ تو اب کبھی کبھار بامر مجبوری رسماً جنازے میں شریک ہوتے ہیں ورنہ انہیں نماز جنازہ کے بول نہیں آتے اور حد تو یہ ہے کہ اللہ عزوجل بدگمانی سے بچائے کہ ان میں اکثر اس موقع پر وضو کرنے کی بھی زحمت گوارہ نہیں کرتے ہماری نئی آبادیوں میں لوگ جنازے کے ساتھ چلنا ''ایٹی کیٹ'' کے خلاف سمجھتے ہیں جنازے کو کندھا دینا معیوب سمجھا

جانے لگا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جنازہ ساتھ والی کوٹھی میں پڑا ہے مگر پڑوسی کو علم نہیں۔ اسے یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ ساتھ والوں پر کیا گزر رہی ہے یہ بھی دیکھا ہے کہ سوسائٹی میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے کہ والد کا جنازہ ہے مگر فرزندار جمند کو وہ دعا یاد ہی نہیں جو قبر میں جا لیٹنے والے باپ کے لئے آخری ہدیہ ہے اور سہارے کی حیثیت رکھتی ہے۔

آہ! کتنا دردناک اور افسوسناک منظر ہے کہ باپ کی میت سامنے پڑی ہے وہ اللہ عزوجل کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اپنے حق میں دعائے مغفرت کرانے کی محتاج ہے مگر بیٹا نہیں جانتا کہ یہ دعا کیا ہے؟ وہ اس میں اپنی توہین سمجھتا ہے کہ کسی سے پوچھ لے۔ کاش والدین کی سمجھ میں یہ بات آسکتی کہ جب وہ اپنے بچوں کو نماز جنازہ نہیں سکھاتے تو ان سے یہ امید بھی نہیں رکھ سکتے کہ مرنے کے بعد ان کی دعائیں ان کے لیے توشہ آخرت ثابت ہوں گی۔

ان حالات کے پیش نظر یہ کتاب لکھی گئی ہے جس میں مرض سے لے کر وراثت تک کے مسائل واحکامات بیان کئے گئے ہیں۔ مجھے اپنے علم و دانش پر نہ تو گھمنڈ ہے اور نہ فخر البتہ مجھے یہ سعادت مرشد کریم کی نگاہ کیمیا اثر سے ضرور میسر آئی ہے کہ میں نے دین حق کو ایک سچے طالب علم کی جستجوئے صادق کے ساتھ پرکھا اور جانچا ہے۔ شعور کی ساری استطاعت اس کام میں صرف کی ہے اور ذہن کے سارے دریچے کھلے رکھ کر اس روشنی تمام سے کسب نور کیا ہے۔ جو آج سے چودہ سو سال قبل ثنیات الوداع کے اوپر سے مدینہ منورہ کی وادی پر اس طرح طلوع ہوئی تھی کہ افق افق جگمگا اٹھا تھا۔ میرے نزدیک یہ روشنی تمام اور یہ خوشبوئے بے مثال جسے پروردگار عالم نے اسلام کا نام دیا ہے۔ اسی اسلام کو اگر ہم اپنی عملی زندگی میں نافذ کرلیں تو زندگی کا رخ بدل سکتا ہے۔ مرض اور موت میں اسلام کی تعلیمات کیا ہیں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

کتاب کا کے اایڈیشن اضافی خوبیوں کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ امید ہے اسے پڑھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت ضرور استفادہ حاصل کرے گی۔ اس کو پڑھنے کے بعد جب اپنے بزرگوں کے لئے دعائے مغفرت کریں تو فقیر کے حق میں ضرور دعا فرمائیں کہ

اللہ عزوجل اسے ہمارے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ اگر کسی قسم کی غلطی پائیں تو طفل مکتب سمجھتے ہوئے ضرور اصلاح فرمائیں۔ آپ کی تجاویز و آراء کا خیر مقدم کیا جائے گا تا کہ آئندہ اشاعت میں اصلاح کی جاسکے۔

اظہار تشکر:

میں اپنے ان تمام دوست احباب کا مشکور ہوں جنہوں نے رسالہ کی ترتیب وتدوین میں میری معاونت فرمائی بالخصوص حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عمران کیلانی صاحب، صاحبزادہ علامہ حافظ محمد عباس چشتی صاحب، حضرت علامہ مولانا غلام مصطفیٰ القادری صاحب، حضرت علامہ مولانا محمد ساجد خان صاحب، حضرت علامہ حافظ محمد امتیاز صاحب، جناب ڈاکٹر محمد نعیم اختر بٹ، جناب مہر محمد جاوید چشتی صاحب (سوہدرہ)، جناب محمد ریاض چشتی صاحب اور جناب محمد خلیل چشتی صاحب، ان احباب کی خصوصی شفقتوں نے میری قدم قدم پر راہنمائی فرمائی۔ اللہ عزوجل ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

آخر میں دست بدعا ہوں کہ مولا کریم میری اس کوشش کو قبول فرمائے اور اسے میرے اور میرے والدین کے لئے ذریعہ نجات بنائے اور میرے والدین کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ہم سب کو روز محشر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

احقر العباد

محمد الیاس چشتی ضیاء

گدائے کوچہ مرشد

ناظم اعلیٰ انجمن غلامان چشتیہ پاکستان

الہ آباد، وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ! فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا [1]

جو لوگ اسلام کے کلمہ جامعہ پر ایمان لے آتے ہیں ان کے لئے ایک دوسرے پر کیا حقوق قائم ہو جاتے ہیں اس کی وضاحت نبی اکرم ﷺ نے اپنے ارشاد میں فرمائی ہے:

﴿عن البراء ابن عازب قال: امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم بسبع: عیادۃ المریض و اتباع الجنائز و تشمیت العاطس، نصر الضعیف، و عون المظلوم، و افشاء السلام و ابرالمقسم﴾ [2]

حضرت برا ابن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا ہے۔

1. مریض کی عیادت کرنا۔
2. جنازوں کے پیچھے چلنا۔
3. چھینک کا جواب دینا
4. کمزور کی مدد کرنا

---

[1] الملک۔ ۲

[2] صحیح بخاری، کتاب الاستئذان باب افشا السلام، ۳/ ۴۸۷

۵ مظلوم کی مدد کرنا

۶ سلام کو رواج دینا

۷ قسم کھانے والے کی قسم پورا کرنے میں تعاون کرنا۔

یہ ہیں اسلام کی وہ تعلیمات جن کے نتیجہ میں ہر کلمہ گو دوسرے کلمہ گو مسلمان کا بھائی ہے۔ اس کی عزت، جان و مال کا تحفظ اس کا دینی فریضہ ہے۔ اس کے دکھ سکھ میں شریک ہونا اس کے لئے ایمان کا بنیادی تقاضا ہے۔ مسلمانوں نے ان تعلیمات پر عمل کیا تو عرب جیسے جاہلیت زدہ خطے میں ایک نئی ین اسلامی معاشرہ قائم ہو گیا اور ہمارا ایمان ہے کہ آج بھی مسلمان ان تعلیمات کو اپنا لیں تو دنیا کی کوئی طاقت، کوئی سوسائٹی باہمی اخوت و محبت اور اتحاد و یگانگت میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

آیئے بھولا ہوا سبق یاد کرنے کی کوشش کریں۔ اس حدیث پاک کی روشنی میں مریض کی عیادت کے آداب اور نماز جنازہ کے متعلق امور پر بحث کی جائے گی۔

بیماری کے احکام ومسائل

انسان محض گوشت پوست کا پتلا ہی نہیں ہے بلکہ کائنات میں جاندار مخلوق میں سے ارفع واعلیٰ صفات کا حامل انسان جسم وجان کے ساتھ روح کا تصور اور ذی شعور ہونے کا خاصہ اور پھر حضور سرورکون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات میں انسانیت کی معراج باقی تمام حشرات الارض سے انسان کو ممتاز کرتی ہے۔ یہی امتیاز اسے اشرف المخلوقات کے شرف سے نوازتا ہے۔

بیماری کے دوران روحانی اذیت اور صحت کے چلے جانے کا احساس، ان دیکھے خدائے لم یزل سے نجات کی التجا اور گناہوں سے توبہ صرف حضرت انسان کا حصہ ہے۔ بیماری بے شک اللہ عزوجل کی طرف سے آتی ہے اور شفا بھی اسی کی جانب سے نصیب ہوتی ہے اس یقین کے ساتھ ہر امتحان میں صبر وشکر کا پیکر بن جانا ناصبوروں کے لئے باعث حیرت واستعجاب بن جاتا ہے اور عبرت کا سبب بھی۔ بیماری کا احساس ختم ہونے سے آدھی بیماری خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ بیماری جہاں جسم کی زکوٰۃ ہے وہاں گناہوں کا کفارہ اور ثواب وبلندی درجات کا ذریعہ بھی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مومن کو کوئی کانٹا نہیں چبھتا یا اسے بڑی (چھوٹی) تکلیف نہیں آتی مگر اللہ عزوجل اس کے سبب سے اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کی ایک غلطی معاف فرماتا ہے'' [1]۔

بیمار پرسی ایک عبادت ہے

سب سے پہلی چیز جس کا ذکر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا وہ ہے مریض کی عیادت

---

[1] ترمذی ۱/۱۰۵

کرنا اور بیمار کی بیمار پرسی کرنا۔ مریض کی عیادت کرنا یہ مسلمان کے حقوق میں سے بھی ہے اور یہ ایسا عمل ہے جس کو ہم سب ادا کرتے ہیں۔ شاید ہی دنیا میں کوئی ایسا شخص ہوگا جس نے زندگی میں کبھی کسی کی بیمار پرسی نہ کی ہو۔ لیکن ایک بیمار پرسی تو صرف رسم پوری کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ اگر ہم اس بیمار کی عیادت کے لئے نہ گئے تو لوگوں کو شکایت ہوگی ایسی صورت میں انسان دل پر جبر کر کے عیادت کے لئے چلا تو جاتا ہے مگر اس کے دل میں اخلاص نہیں ہوتا۔ ایک بیمار پرسی یہ ہے کہ جس کا حکم نبی اکرم ﷺ نے دیا جس کا مقصد اللہ عزوجل کو راضی کرنا ہو اخلاص کے ساتھ اجر و ثواب حاصل کرنے کی نیت سے انسان عیادت کرے۔ احادیث میں عیادت کے جو فضائل بیان کئے گئے ہیں وہ اسی عیادت پر مرتب ہوتے ہیں۔

سنت کی نیت سے عیادت کریں

شیطان ہمارا ازلی دشمن ہے اس نے ہماری اچھی خاصی عبادتوں کو ملیا میٹ کر رکھا ہے اگر ان عبادتوں کو ہم صحیح نیت اور صحیح ارادے سے کریں تو اس پر اللہ عزوجل کی طرف سے ہمیں بڑا اجر ثواب ملے گا اور آخرت کے لیے عظیم ذخیرہ جمع ہو جائے گا۔ لیکن شیطان نہیں چاہتا کہ ہماری آخرت بہتر ہو اس لئے وہ ہماری عبادتوں میں ہماری نیتوں کو خراب کرتا رہتا ہے۔ مثلاً عزیزوں، رشتہ داروں یا دوست احباب سے میل ملاقات کرنا ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا ان کو ہدیہ اور تحفہ بھیجنا یہ سب اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے کام ہیں، دین کا حصہ ہیں۔ لیکن شیطانی وسوسوں سے انسان سوچتا ہے جو شخص میرے ساتھ جیسا سلوک کرے گا میں بھی اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کروں گا۔ مثلاً میں بیمار ہوا وہ میرا پتہ لینے نہیں آیا، میں نے اسے تحفہ بھیجا اس نے مجھے تحفہ نہیں بھیجا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک مسلمان بھائی کو ہدیہ اور تحفہ دینا، اس کی تیماری داری کرنے کا عمل جس کی نبی دو عالم ﷺ نے فضیلت بیان فرمائی ہے شیطان نے اس کے اجر و ثواب کو خاک میں ملا دیا ہے اب جو لین دین آپس میں ہو رہا ہے وہ بطور رسم ہو رہا ہے۔ یہ صلہ رحمی نہیں۔ صلہ رحمی

وہ ہے جو اس بات کو دیکھے بغیر کی جائے کہ دوسرے نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿لیس الواصل بالمکافی لکن الواصل الذی اذا قطعت رحمہٗ وصلھا﴾ [1]

ناطہ جوڑنے والا وہ نہیں ہے جو بدلہ کر دے (احسان کے بدلے احسان کرے) بلکہ ناطہ جوڑنے والا وہ ہے کہ جب کوئی رشتہ دار اس سے ناطہ توڑے وہ اسے جوڑے۔

تیمارداری کی فضیلت:

﴿ان المسلم اذا عاد اخاہ المسلم لم یزل فی خرفة الجنة حتی یرجع﴾ [2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے جتنی دیر عیادت کرتا ہے وہ مسلسل جنت کے باغ میں رہتا ہے جب تک وہ واپس نہ آجائے۔

ستر ہزار فرشتوں کی دعائیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ما من مسلم یعود مسلما غدوة الا صلی علیه سبعون الف ملك حتی یمسی وان عادہ عشیة الا صلی علیه سبعون الف ملك حتی یصبح وکان له خریف فی الجنة﴾ [3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، ۳/۴۰۴
[2] صحیح مسلم، باب فضل عیادت المریض
[3] ترمذی، کتاب الجنائز: ۱/۵۰۳

(جب کوئی مسلمان صبح کے وقت اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے
شام تک ستر ہزار فرشتے اس کی بخشش کے لیے دعا کرتے ہیں اگر شام کو
عیادت کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کی بخشش کی دعا کرتے ہیں
اور اس کے لیے جنت میں باغ ہوگا)۔

یہ کوئی معمولی اجر وثواب ہے؟ فرض کریں کہ گھر کے قریب ہمسایہ رہے آپ اس کی عیادت کے لئے چلے گئے اور پانچ منٹ کے اندر اتنے بڑے عظیم الشان اجر کے مستحق بن گئے۔ بیمار شخص اگر آپ سے ناراض ہے پھر بھی اس کی عیادت کرو اس سے دوہرا ثواب ملے گا اور ایک عیادت کرنے کا دوسرا ایک مسلمان جس کی طرف سے تمہارا دل صاف نہیں تھا ناراضگی تھی۔ ناراضگی ہوتے ہوئے آپ نے اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔ لہٰذا مریض کی عیادت معمولی چیز نہیں۔ آپ خدا کے لئے رسم بنا کر اس ثواب کو ضائع مت کریں صرف اس نیت سے سر داری کریں کہ یہ ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ اس سے اللہ عزوجل اجر عطا فرماتا ہے۔

عیادت کے آداب

زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی تفصیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان نہ فرمائی ہو جن کو آج ہم نے ہم دیا اور ان آداب کو زندگی سے خارج کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ زندگی عذاب بنی ہوئی ہے اگر ہم ان آداب وتعلیمات پر عمل کرنا شروع کر دیں تو زندگی راحت وجنت بن جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیادت کے مندرجہ ذیل آداب بیان فرمائے ہیں۔

1 مختصر عیادت کریں

نبی دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿من عادمنکم فلیخفف﴾

جب تم کسی کی عیادت کرنے جاؤ تو ہلکی پھلکی عیادت کرو۔

اس فرمان مقدس سے یہ بات ذہن نشین ہو جائے کہ جب عیادت کے لئے جاؤ تو مریض کے پاس تھوڑا بیٹھو۔ اتنی زیادہ دیر مت بیٹھو جس سے اس کو گرانی ہونے لگے کیونکہ بیمار کی طبعی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ذرا بے تکلف رہے۔ ہر کام بلا تکلف انجام دے۔ لیکن جب کوئی مہمان آجائے تو اس کی وجہ سے وہ تکلیف میں آجاتا ہے۔ مثلاً وہ پاؤں پھیلا کر لیٹنا چاہتا ہے مہمان کے احترام کی وجہ سے لیٹ نہیں سکتا۔ یا اپنے گھر والوں سے بات کرنا چاہتا ہے مگر اس کی وجہ سے نہیں کرسکتا۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ عیادت کا ایسا طریقہ اختیار کرو جس کی وجہ سے مریض تکلیف محسوس نہ کرے۔ یعنی ہلکی پھلکی عیادت کرو۔ مسنون طریقہ سے حال پوچھو اور جلدی سے رخصت ہو جاؤ تا کہ اس پر گرانی نہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ اس کے پاس جم کر بیٹھ جاؤ اور ہلنے کا نام ہی نہ لو تو مریض بیچارہ نہ تو بے تکلفی سے کوئی کام انجام دے سکتا ہے نہ گھر والوں کو اپنے پاس بلا سکتا ہے مگر اس کے پاس ہمدردی کے لئے گھنٹوں بیٹھے رہیں یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے۔

۲ مناسب وقت کا انتخاب کریں

عیادت میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جس شخص کی عیادت کے لئے جائیں اس کو تکلیف نہ ہو۔ مناسب وقت کا انتخاب کرو ایسا نہ ہو کہ اس کے آرام کا وقت ہو۔ اس لئے سوچ سمجھ کر جاؤ تا کہ تمہارے جانے سے اسے تکلیف نہ ہو تو یہ عیادت سنت ہے ورنہ پھر رسم ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہو گئے چونکہ اللہ عزوجل نے آپ کو جو بلند مقام عطا فرمایا تھا اس کی وجہ سے آپ عوام وخواص میں مقبول تھے۔ لوگوں کو آپ کی بیماری کا پتہ چلا تو تیمارداروں کا تانتا بندھ گیا۔ لوگ آرہے ہیں خیریت پوچھ کر جارہے ہیں ان میں ایک صاحب ایسے آئے جو جم کر بیٹھ گئے اور جانے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ آپ کی یہ خواہش تھی کہ یہ جائیں تو میں اپنے کام بلا تکلف سرانجام دوں اور گھر والوں

کو پاس بلالوں۔ مگر وہ صاحب کافی دیر ادھر ادھر کی باتوں میں مصروف رہے تو بالآخر حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے فرمایا بھائی یہ بیماری تو اپنی جگہ تھی مگر عیادت کرنے والوں نے الگ پریشان کر رکھا ہے نہ مناسب وقت دیکھتے ہیں نہ آرام کا خیال کرتے ہیں اور عیادت کے لئے آجاتے ہیں۔ اس شخص نے کہا حضرت یقینا ان عیادت والوں کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہو رہی ہو گی اگر آپ اجازت دیں تو میں دروازے کو بند کردوں؟ وہ اللہ عزوجل کا بندہ پھر بھی نہ سمجھا کہ میری وجہ سے تکلیف ہو رہی ہے آخر کار آپ نے فرمایا دروازہ تو بند کرو مگر باہر جا کر بند کردو۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم مریض کو تکلیف پہنچا رہے ہیں بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی خدمت کر رہے ہیں۔ البتہ بعض لوگ ایسے بے تکلف ہوتے ہیں کہ ان کے زیادہ دیر بیٹھنے سے بیمار کو تکلیف کی بجائے تسلی ہوتی ہے اور راحت ملتی ہے تو ایسی صورت میں زیادہ دیر بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔

۳ مریض کے حق میں دعا کریں

جب آدمی کسی کی عیادت کے لئے جائے تو پہلے مختصراً اس کے احوال دریافت کرے کہ کیسی طبیعت ہے؟ جب وہ مریض اپنی تکلیف بیان کرے تو پھر اس کے حق میں یہ دعا کرو۔

① ﴿لَا بَأْسَ طَهُورٌ اِنْشَاءَ اللّٰهُ﴾ [1]

آپ کے لیے یہ تکلیف اگر اللہ عزوجل نے چاہا تو آپ کو گناہوں سے پاک کرنے کا ذریعہ بنے گی۔

② ﴿اَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ﴾ [2]

---

[1] صحیح بخاری: ۳/۱۰۳

[2] سنن ابوداؤد: ۵۱۷/۲

میں اللہ سے سوال کرتا ہوں جو عظمت والا ہے اور عظمت والے عرش کا رب ہے کہ وہ تمہیں شفا عطا فرمائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایسے مریض کی عیادت کرے جس کی موت کا وقت نہ آیا ہو تو اس کے پاس مندرجہ بالا کلمات سات دفعہ کہے تو اس بیماری سے اللہ عزوجل اسے شفاء عطا فرما دیتا ہے۔

۳ ﴿اَللّٰھُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا اَوْ يَمْشِيْ لَكَ اِلٰى جَنَازَةٍ﴾ [1]

اے اللہ عزوجل شفا دے اپنے بندو کو تا کہ تیری رضا کے لئے دشمن کو زخمی کرے اور تیرے لئے جنازے کے ساتھ چلے۔

اگر موقع مناسب ہو اور اس عمل کے ذریعے مریض تکلیف محسوس نہ کرے تو یہ مریض کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے۔

۴ ﴿اَللّٰھُمَّ رب الناس مذھب الباس اشف انت الشافی لا شافی الا انت شفاء لا یغادر سقما﴾ [2]

اے اللہ! لوگوں کے پالنے والے سختی کو دور کرنے والے تو شفا دے کیونکہ تیرے بغیر (حقیقتاً) کوئی شفا دینے والا نہیں بیماری کو باقی نہ چھوڑنے والی شفا عطا فرما۔

ان دعاؤں کے پڑھنے میں تین طرح سے ثواب حاصل ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ آپ نے مریض کی عیادت کے دوران نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کیا۔ دوسرے ایک مسلمان بھائی سے ہمدردی کی۔ تیسرے اس کے حق میں دعا کی۔ اس لیے کہ دوسرے بھائی کے لئے دعا کرنا باعث اجر وثواب ہے گویا کہ اس چھوٹے سے عمل کے اندر تین ثواب جمع ہیں۔

---

[1] سنن ابوداؤد: ۲/۵۱۷

[2] جامع ترمذی: ۱/۵۰۴

۴ باوضو عیادت کریں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرے تو وہ جہنم سے ستر خریف دور کر دیا جاتا ہے خریف سے مراد سال ہے۔ گویا کہ باوضو عیادت کرنے والا جہنم سے ستر سال دور ہو جاتا ہے [1]۔

۵ عیادت کے وقت ہدیہ لے جانا

مریض کی عیادت کے وقت ہمارے ہاں ایک رسم جاری ہے کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب عیادت کے لئے جائیں تو ہدیہ تحفہ ضرور لے کر جائیں مثلاً پھل (Fruit)، نقدی (Cash) وغیرہ اس رسم کو ہم نے فرض واجب کی طرح سمجھ لیا ہے اور سوچتے ہیں کہ کچھ لے کر نہ گئے تو گھر والے کیا کہیں گے اگر استطاعت نہ ہو تو عیادت کرنے ہی نہیں جاتے اس طرح ہم عیادت کی سنت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

اگر مریض مستحق ہو اور آپ کے پاس بھی استطاعت ہو تو ایک اچھے طریقے سے مریض کی مدد کریں جس سے اس کا وقار مجروح نہ ہو۔ اگر مریض مستحق نہیں یا آپ کے پاس استطاعت نہیں تو شرمندگی محسوس نہ کریں، عیادت ضرور کریں۔

۶ بیماری گناہوں سے پاکی کا ذریعہ ہے

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان کو جو تکلیف پہنچی ہے تو اللہ عزوجل اس تکلیف کے عوض کوئی نہ کوئی گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔

۷ عیادت اور تعلق باللہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل

---

[1] سنن ابو داؤد: ۲/۵۱۵

قیامت کے دن فرمائے گا اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت کیوں نہیں کی۔ تو وہ کہے گا اے میرے رب میں تیری عیادت کیسے کرتا تو رب العلمین ہے۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا کیا تجھے علم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی۔ کیا تجھے خبر تھی کہ اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا[1]۔

گویا کسی کی عیادت کرنا اللہ عزوجل سے تعلق مضبوط کرنا ہے۔

۸ غیر مسلم کی عیادت

ایک یہودی لڑکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو اس کے سرہانے بیٹھ کر اسے کہا اسلام قبول کرلو۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو پاس ہی کھڑا تھا اس نے کہا کہ تو ابوالقاسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات مان لے۔ چنانچہ اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہتے ہوئے نکلے شکر ہے اللہ عزوجل کا جس نے اسے جہنم سے بچالیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم کی عیادت بھی کرنی چاہئے ممکن ہے تمہارے کردار سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلے۔

۹ بار بار عیادت کرنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوہ خندق میں زخمی ہوئے جن کے ہاتھ کی رگ میں کسی آدمی کا تیر لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں ان کا خیمہ نصب کروالیا تھا تاکہ نزدیک ہونے کے باعث بار بار ان کی عیادت کرسکیں[2]۔

---

[1] صحیح مسلم ۱۳۰۴/۳

[2] سنن ابی داؤد: ۵۱۶/۲

بیماری کا علاج کرانا

بیماریوں کا علاج کرانا جائز ہے مثلاً پچھنا لگوانا، داغ لگوانا، دوائی اور شربت کا پینا، رگ اور زخم کا کاٹنا (Operation) اور جذام وغیرہ میں عضو کا کاٹنا تا کہ باقی جسم میں سرایت نہ کرے۔ اس طرح بواسیر کا کاٹنا اور ہر وہ علاج جو جسمانی صحت کے لئے مفید ہو جائز ہے۔

حدیث شریف میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نشتر لگوایا۔ حکیم سے مشورہ کیا اور فرمایا طبیبوں کی رائے ہی علاج ہے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا علاج میں بھلائی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس ذات نے بیماری بھیجی ہے اس نے دوا بھی عطا فرمائی ہے۔ گویا کہ علاج کروانا سنت ہے۔

علاج کروانا توکّل کے خلاف نہیں

بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو بیماری کا علاج کروانا خلاف توکّل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ توکّل اس چیز کا نام نہیں کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اور کہے کہ ہر کام خود بخود ہو جائے گا۔ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توکّل کے ساتھ ساتھ عمل کا بھی حکم فرمایا بلکہ عملاً ایسا کر کے دکھایا۔ مثلاً میدان جنگ میں تشریف لے گئے کفار سے مقابلہ فرمایا اور اللہ عزوجل پر بھروسہ کیا۔ یوں نہیں کہ مدینہ طیبہ میں تشریف فرما رہے ہوں اور بغیر عمل کے توکّل کیا ہو۔

حق یہ ہے کہ دوا کرنا بھی تقدیر الٰہی ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے عرض کیا کہ کیا علاج کرنا تقدیر الٰہی کو لوٹا سکتا ہے۔ تو طبیب عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علاج بھی تقدیر الٰہی سے ہے [1]۔

---

[1] مستدرک حاکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگراس کے لئے شفا بھی نازل فرمائی ہے [1]۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہم دوا استعمال کریں؟ فرمایا: ہاں! اے اللہ عزوجل کے بندو! دوا استعمال کیا کرو کیونکہ اللہ عزوجل نے کوئی بیماری پیدا نہیں فرمائی جس کے لئے شفا پیدا نہ فرمائی ہو سوائے ایک بیماری کے اور وہ بڑھاپا ہے [2]۔

ادویات سے علاج

چند بیماریاں اوران کا علاج

ذیل میں کتب احادیث سے چند بیماریوں کا علاج درج کیا جاتا ہے تا کہ فائدہ حاصل کیا جاسکے۔

امراض سر

حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ تھیں وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو کوئی بھی سر کی بیماری کی شکایت کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے فرماتے سینگی لگوالو اور پاؤں میں جو بھی درد کی شکایت کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے فرماتے مہندی لگوالو [3]۔

خیال رہے کہ سینگی لگانا یا پچھنے لگانا سر کی ان بیماریوں میں نسبتاً زیادہ فائدہ بخش ہوتا ہے جو دموی ہوں۔ سر کے امراض کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض دوسری اشیاء بھی استعمال فرمائیں۔ مثلاً جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر انور میں درد ہوتا تو آپ مہندی کے لیپ

---

[1] صحیح بخاری۔ ۳/۳۰۸

[2] جامع ترمذی۔ ۲/۹۴۱، سنن ابی داؤد۔ ۳/۱۶۶

[3] سنن ابی داؤد، ۳/۱۶۷

فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ بیشک یہ اللہ عزوجل کے حکم سے فائدہ دے گی [1]۔

مہندی کا مزاج سرد خشک ہے یہ مصفی خون ہوتی ہے پیشاب کو کھول کر لاتی ہے درد کو تسکین دیتی ہے اور زخموں کو بھرتی ہے۔ جلدی امراض خارش، جذام، آتشک اور یرقان میں اس کا جوشاندہ فائدہ بخش ہے۔ اس کے پتوں سے کلیاں کرنا منہ آنے کو مفید ہے۔ اس کا لیپ ورم، آبلہ اور آگ کے جلے ہاتھ پاؤں کی سوزش اور جلن کو تسکین دیتا ہے۔ اس کے پھول کپڑوں میں رکھے جائیں تو کپڑے کیڑا لگنے سے محفوظ رہتے ہیں [2]۔

ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے طب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیان کیا ہے کہ یہ بات تجربہ شدہ ہے کہ جب کسی بچے کو خدانخواستہ چیچک نکلنا شروع ہو اور اس کے دونوں تلووں پر مہندی لگادی جائے تو انشاء اللہ اس کی آنکھیں چیچک سے محفوظ رہتی ہیں۔ علامہ عبدالرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں نے خود اپنے بچوں پر اس کا تجربہ کیا اور الحمدللہ صحیح پایا [3]۔

ربیع الابرار میں ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ مہندی لگاؤ کیونکہ یہ اسلام کا خضاب ہے جو نظر کو صاف کرتا ہے اور درد سر کو دور کرتا ہے اور درماندگی (تھکاوٹ) کو سکون بخشتا ہے [4]۔

سینگی لگوانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاند کی سترہ (۱۷) انیس (۱۹) یا اکیس (۲۱) تاریخ کو سینگی لگوائے اس کے لئے ہر بیماری سے شفا ہوتی ہے [5]۔

---

[1] سنن ابن ماجہ، ۲/۳۵۷

[2] جسمانی امراض وطبی نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حکیم مقصود احمد رازی۔ ۷۷

[3] نزہۃ المجالس، ۱۴۱/ ۲۔ از علامہ عبدالرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ

[4] نزہۃ المجالس از علامہ عبدالرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ

[5] سنن ابی داؤد۔ ۱۶۸/ ۱

پچھنے لگوانا

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کہ سر میں پچھنے لگوانا سات امراض کی شفا ہے اور وہ یہ ہیں: جنون، حد، جذام، برص، درد داڑھ، ظلمت چشم، درد سر۔

درد سر

اور فرمایا کہ جو شخص پچھنے لگواتے وقت آیت الکرسی پڑھتا ہے اس کو پچھنے کا نفع پہنچتا ہے پچھنے لگوانے کے فوراً بعد دودھ یا دودھ کی بنی ہوئی اشیا مثلاً پنیر وغیرہ نہ کھائے بلکہ شیرینی اور سرکہ کھائے اور اس کے بعد عورت کے قریب نہ جائے اور پچھنے لگوانے سے ایک روز قبل بھی عورتوں کے پاس نہ جائے [1]۔

سینگی لگوانا یا پچھنے لگوانا بالیقین بہت فائدہ بخش ہے مگر ان ایام میں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے سینگی یا پچھنے نہ لگوائے ورنہ بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ نہار منہ سینگی لگوانا بہتر ہے وہ عقل اور حافظہ میں اضافہ کرتی ہے۔ جو شخص سینگی لگوانا چاہے (یہ ایسے شخص کے لئے جس کا خون جوش مار رہا ہو۔ اگر خون مین کمی ہو تو سینگی یا پچھنے نہ لگوائے) تو بسم اللہ شریف پڑھ کر جمعرات کے دن لگوائے۔ جمعہ، ہفتہ، اتوار کے دن سینگی لگوانے سے بچو۔ سوموار، منگل کو سینگی لگوالو۔ بدھ کے روز سینگی لگوانے سے بچو کیونکہ اس دن حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری لگی تھی۔ جذام (کوڑھ) بدھ کے روز یا بدھ کی رات کو شروع ہوتا ہے [2]۔

امراض چشم اور علاج

امراض چشم کی چند اقسام کا علاج درج ذیل ہے:

---

[1] نزہۃ المجالس۔ ۲/۱۴۱

[2] سنن ابن ماجہ۔ ۲/۳۵۴

①۔ چندھیاپن

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تین یا پانچ یا سات کھمبیاں لیں اور ان کو نچوڑ کر ان کا پانی شیشی میں ڈالا اور بطور سرمہ اپنی ایک لونڈی کی آنکھوں میں ڈالنے کے لئے دیا جس کی آنکھوں میں چندھیاپن تھا وہ بفضل خدا اچھی ہوگئی [1]۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار صحابہ کرام نے بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی کہ کھمبی زمین کا چیچک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ (مَنْ) ''وہ کھانا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت پر نازل ہوا'' کی ایک قسم ہے اس کا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے اور عجوہ جنت سے ہے اور وہ زہر سے شفا ہے [2]۔

علماء طب فرماتے ہیں کہ کھمبی ایک خودرو نبات ہے جو موسم برسات میں اگتی ہے اس کی تین اقسام ہیں۔ سیاہ، سرخی مائل سفید، بالکل سفید۔ پہلی قسم یعنی سیاہ زہریلی ہوتی ہے۔ دوسری قسم یعنی سرخی مائل بھی نقصان دہ ہے البتہ تیسری قسم بالکل سفید استعمال کی جاتی ہے اس حدیث مبارک میں اسی کا ذکر ہے اس میں سوداوی اور بلغمی مادہ کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے اگر پکا کر یا تل کر کھائی جائے تو ساتھ زیرہ سیاہ، دارچینی، لونگ، مرچ سیاہ (گرم مصالحہ جات) ضرور استعمال کریں ورنہ بلغمی اور سوداوی امراض کا اندیشہ ہوتا ہے۔

② آشوب چشم

علامہ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آشوب چشم کا علاج ٹھنڈے پانی سے فرمایا۔ یعنی آنکھ میں چھینٹے مارنے کا حکم دیا [3]۔

③۔ نظر کا کمزور ہونا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اثمد سرمہ

---

[1] جامع ترمذی، ۹۵۳/۱

[2] جامع ترمذی، ۹۵۳/۱

[3] نزہۃ المجالس۔ ۱۴۳/۲

آنکھوں میں ڈالا کرو اس لئے کہ وہ آنکھ کی روشنی تیز کرتا ہے اور پلکیں خوب صاف اگاتا ہے۔ حضور ﷺ خود اپنی آنکھوں میں تین تین سلائی روزانہ رات کو لگایا کرتے [1]۔

حلق کی بیماری (گلے پڑنا)

یہ بیماری عموماً چھوٹے بچوں کو ہوا کرتی ہے۔ اکثر عورتیں حلق دبا کر تیل کی مالش کر کے اس کا علاج کرتی ہیں۔ مگر رحمت عالم ﷺ نے عورتوں کو بچوں کا حلق دبا کر ان کو تکلیف دینے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ بچوں کو حلق دبا کر عذاب نہ دو بلکہ تم قسط کا استعمال لازم پکڑو [2]۔

قسط کو اردو میں کوٹھ اور انگریزی میں (COSTUS ROOT) کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ شیریں اور تلخ۔ اندرونی طور پر صرف کوٹھ شیریں استعمال ہوتا ہے۔ کوٹھ تلخ بیرونی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا مزاج گرم خشک ہوتا ہے۔ مقدار خوراک ۲ سے ۳ ماشہ ہے یہ اعضائے رئیسہ جگر اور اعصاب کو قوت دیتا ہے۔ امراض دماغی فالج اور لقوہ کو مفید ہے۔ پیٹ کے کیڑے مارتا ہے پیشاب اور حیض کو کھول کر لاتا ہے۔ ذرا سی الائچی خورد کے ساتھ جوشاندہ تیار کر کے استعمال کرانے سے بلغمی امراض مزمن، وجع المفاصل (جوڑوں کا درد) اور جلدی امراض کو بہت فائدہ دیتا ہے۔ ضیق النفس اور کھانسی وغیرہ میں شہد ملا کر چٹایا جاتا ہے [3]۔

حلق اور ذات الجنب (نمونیہ)

حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنی اولاد کے حلق کیوں دباتی ہو؟ تم پر لازم ہے کہ عود ہندی استعمال کرو کیونکہ اس میں سات بیماریوں کی شفا ہے جن میں ایک ذات الجنب کی بیماری ہے۔ حلق کی بیماری ہو تو ناک میں ڈالی جائے

---

[1] سنن ابن ماجہ۔ ۲/۳۵۶

[2] صحیح بخاری، ۳/۳۲۰

[3] جسمانی امراض و طبی نبوی ﷺ از حکیم مقصود احمد رازی۔ ۸۳

اور ذات الجنب کی بیماری ہو تو حلق میں ڈالی جائے [1]۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ذات الجنب کا علاج قسط بحری اور روغن زیتون کے ساتھ کیا کریں [2]۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات الجنب کا علاج زیتون اور ورس سے بیان فرماتے ہیں [3]۔

مدارج میں ہے کہ ذات الجنب ایک حقیقی ہوتا ہے دوسرا غیر حقیقی۔ حقیقی وہ ہے جو ورم غشا میں پسلیوں کے درمیان میں واقع ہوتا ہے اور غیر حقیقی پہلو کی جانب غلیظ ریاحوں سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کی دوا قسط ہے اسے باریک پیس کر روغن زیتون میں ملا کر مقام درد پر مالش کرتے ہیں اور اسکی چند انگلیاں چٹاتے ہیں [4]۔

ذات الجنب کو اردو میں درد پہلو اور انگریزی میں (PLEURISY) کہتے ہیں اس مرض میں پھیپھڑے کے غلاف میں ورم ہو جاتا ہے۔ اکثر یہ مرض ایک ہی طرف ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی دونوں طرف بھی ہوتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) شدید (۲) مزمن

علامات

مرض کی ابتدا میں مریض کو خفیف سی سردی سے بخار چڑھتا ہے پھر پستان کے نیچے چبھن سی محسوس ہوتی ہے پھر اتنا شدید درد اٹھتا ہے کہ جیسے کوئی برچھی مار رہا ہو۔ یہ درد بغل یا پسلی کی ہڈی تک محسوس ہوتا ہے۔ سانس کھینچ کر آتا ہے ہلکی ہلکی کھانسی بھی ہوتی ہے۔ نبض تیز اور سخت چلتی ہے زبان میلی اور سفید ہوتی ہے۔ پیشاب کم اور سرخ رنگ کا ہوتا ہے اگر فوراً مناسب علاج نہ کیا جائے تو مرض مزمن بن جاتا ہے اور بعض دفعہ مہلک بھی ہو جاتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری۔ ۳/۳۴۱

[2] جامع ترمذی۔ ۲/۹۵۵

[3] جامع ترمذی۔ ۲/۹۵۵

[4] جسمانی امراض وطبی نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حکیم مقصود احمد رازی۔ ۸۴

امراض دل (Heart)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہو گیا رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سر پر رکھا دست اقدس کی ٹھنڈک میں نے اپنے دل میں محسوس کی آپ ﷺ نے فرمایا تو ایسا شخص ہے کہ تیرا دل درد کرتا ہے تو حارث بن کلدہ کے پاس جا جو قبیلہ ثقیف سے ہے وہ ایسا آدمی ہے جو طب جانتا ہے (اسے چاہیے) کہ وہ مدینہ طیبہ کی سات عجوہ کھجوریں لے اور ان کو گٹھلیوں سمیت کوٹ کر تیرے منہ میں ڈال دے [1]۔

دل کے دورے کا یہ انتہائی کامیاب علاج ہے اس علاج کا کوئی دوسرا علاج ثانی نہیں اس لیے کہ یہ علاج طبیب عالم ﷺ کی زبان وحی ترجمان سے تجویز فرمایا گیا ہے۔ اس علاج کا دوسرا بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ صحت حاصل ہو جانے کے بعد مرض کے دوبارہ عود کرنے کا اندیشہ نہیں ہوتا جبکہ طب جدید کے طریقہ علاج سے صحت یاب ہونے والے مریض کو ہفتہ یا دو ہفتہ بعد اپنے خون کا دباؤ (بلڈ پریشر) چیک کروانا پڑتا ہے اور وہ کوئی محنت طلب کام بھی نہیں کرتا بعض اوقات سیڑھیاں تک نہیں چڑھ سکتا۔ گویا صحت یاب ہو کر بھی ان رہی رہتا ہے مگر قربان جائیں علاج مصطفی ﷺ سے صحت یاب ہونے والے صحابی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کئی ہزار میل کا سفر گھوڑے پر طے کیا۔ میدان جنگ میں تلوار اور نیزہ چلا کر بہت سی لڑائیوں میں حصہ لیا۔ بعض دفعہ اپنے سے کئی گنا زیادہ دشمن کا مقابلہ کیا ذہنی دباؤ برداشت کر کے اپنی فوج کو لڑایا مگر کیا مجال کبھی درد دل کا شائبہ بھی گزرا ہو۔

ضعف قلب (دل کی کمزوری)

حافظ ابونعیم نے طب نبوی میں ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو بہی عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا اسے لو یہ دل کو تقویت دیتی ہے۔ یہ منہ کو خوشبودار بناتی ہے اور تنگدلی دور کرتی ہے۔ حضرت ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے طب نبوی میں نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے

---

[1] سنن ابی داؤد۔ ۳/۱۷۱

فرمایا بہی کھایا کرو کیونکہ یہ قلب کو صاف کرتی ہے [1]۔

حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں بہی کا ایک پھل تھا آپ نے فرمایا اے طلحہ! لے لو بے شک یہ دل کو فرحت دیتا ہے [2]۔

بہی ایک مشہور پھل ہے عام طور پر اس کا مربہ استعمال ہوتا ہے۔ اس کے بیجوں کو بہی دانہ کہتے ہیں۔ یہ پھل دل و دماغ معدہ اور جگر کو تقویت دیتا ہے اس کا شربت اسہال کے لئے نفع بخش ہے۔ شربت بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ بہی کو کچل کر عرق نکال لیا جائے پھر جوش دے کر صاف کر کے تین گنا چینی ملا کر شربت تیار کر لیا جائے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ہانڈی پکاؤ تو اس میں کدو ڈال لیا کرو کیونکہ وہ غمگین دل کو مضبوط کرتا ہے۔

حضرت ذہبی نے طب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیان کیا کہ کدو کھانے سے عقل بڑھتی ہے اور دل کو تقویت دیتا ہے [3]۔

امراض معدہ (Stomach)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا معدہ بدن میں ایک حوض کی مانند ہے رگیں معدہ کی طرف آنے والی ہیں۔ اگر معدہ تندرست ہو تو رگیں صحت مندی لے کر واپس آتی ہیں۔ اگر معدہ فاسد ہو تو رگیں بیماری لے کر واپس آتی ہیں [4]۔

درد شکم (بد ہضمی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] نزہۃ المجالس۔ ۲/۱۵۱

[2] سنن ابن ماجہ۔ ۲/۳۲۵

[3] نزہۃ المجالس۔ ۲/۱۵۲

[4] مشکوۃ شریف۔ ۲/۳۷۳

میں حاضر ہوا عرض کی میرے بھائی کو دستوں کی شکایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے شہد پلاؤ۔ اس نے اپنے بھائی کو شہد پلایا پھر حاضر خدمت ہوا عرض کی میں نے شہد پلایا تھا مگر بیماری بڑھ گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کو شہد پلا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا پھر وہ چوتھی مرتبہ آیا تو پھر یہی ارشاد فرمایا کہ اسے شہد پلاؤ۔ اس نے عرض کی میں نے اسے شہد پلایا مگر ہر بار اس کے دست بڑھتے گئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اس شخص نے پھر شہد پلایا تو اس کا بھائی صحت مند ہو گیا [1]۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر ماہ تین دن صبح سویرے شہد چاٹ لے اسے کوئی بڑی مصیبت نہیں پہنچتی [2]۔

شہد کے مزید فوائد

طب جدید کے مطابق شہد قدرے محلل ریاح، ملین اور دافع تعفن ہے۔ یہ بدن کو طاقت دیتا ہے پھیپھڑوں سے بلغم خارج کرتا ہے، قوت بدن، قوت باہ کے لئے گرم دودھ میں ملا کر پینا بہت مفید ہے۔ کھانسی، دمہ، امراض باردہ (سردی کی بیماریوں) میں اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔ لقوہ فالج میں پانی میں ملا کر پیا جاتا ہے۔ آنکھ میں لگانے سے نظر بڑھاتا ہے۔ کان سے پیپ آتی ہو تو روئی کی بتی کو شہد میں تر کر کے انزروت یا سوہاگہ چھڑک کر کان میں رکھنا مفید ہے۔ امراض قلب اور خون کی صفائی کے لئے نافع ہے۔

بہترین مسہل (جلاب)

امراض معدہ میں کئی دفعہ کسی مسہل (جلاب) کی ضرورت پیش آتی ہے۔ لیکن بعض دفعہ کسی غیر موزوں مسہل سے بجائے فائدہ کے نقصان کا بھی اندیشہ ہوتا ہے اس لئے مسہل لانے والی ادویہ کے انتخاب میں انتہائی محتاط ہونا چاہئے۔

---

[1] صحیح بخاری۔ ۳/۳۱۰

[2] سنن ابن ماجہ۔ ۲/۳۴۴

حدیث پاک میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم کس چیز کا جلاب لیتی ہو۔ انہوں نے عرض کیا شبرم کے ساتھ (شبرم ایک شیر دار باریک سیدھا اور گرہ دار پودا ہے اس کا قد تقریباً ایک ہاتھ اور رنگ سرخ وسبز ہوتا ہے ذائقہ قدرے تلخ معلوم ہوتا ہے یہ سخت گرم تاثیر رکھنے والی بوٹی ہے۔ اس لیے اس کا استعمال انتہائی احتیاط سے کرنا چاہیئے۔ شبرم کھانے سے گائے مرجاتی ہے [1]۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ تو گرم ہے پھر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ کس چیز کے ساتھ جلاب لوں فرمایا اگر موت کے سوا کسی چیز میں شفا ہوتی تو ''سنا'' میں ہوتی [2]۔
''سنا'' ایک جلاب آور بوٹی ہے۔ اس کے پتے مہندی کے پتوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ اس کی بہترین قسم وہ ہے جو حجاز (عرب) سے آتی ہے اور سنا مکی کے نام سے معروف ہے۔ اس کا ذائقہ تلخ ہوتا ہے۔ یہ ہر خلط کی مسہل ہے اور دماغ کا تنقیہ کرتی ہے۔ اس لیئے سنا درد کمر، عرق النسا، درد پہلو، وجع الورک، وجع المفاصل اور نوبتی بخاروں میں مفید ہے۔ یہ پیٹ کے کیڑوں کو مارتی ہے۔ درد سر سالم، درد شقیقہ اور مرگی کو بھی فائدہ دیتی ہے۔ ''سنا'' کو گل سرخ یا رنسیوں سے ملا کر استعمال کرنا چاہیئے طب کے علاوہ ایلوپیتھک میں بھی اس کے بہت سے مرکبات ہیں [3]۔

قولنج کا علاج

کتاب مدخل میں ہے کہ ایک برگزیدہ آدمی کو قولنج کا درد ہو گیا (کسی طرح افاقہ نہ ہوا) خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت باسعادت نصیب ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا علاج یہ ہے کہ شہد تین درم (ایک درم تقریباً ساڑھے تین ماشہ ہوتا ہے) زیتون مرقی

---

[1] جسمانی امراض وطبی نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حکیم مقصود احمد رازی۔ ۹۰

[2] جامع ترمذی۔ ۹۵۶ / ۲، سنن ابن ماجہ۔ ۷ ۳۴ / ۲

[3] جسمانی امراض وطبی نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حکیم مقصود احمد رازی۔ ۹۱

اور کلونجی اکیس درم (دم کئے گئے زیتون کو زیتون مرقی کہتے ہیں)۔ کتاب مدخل میں اس کی ترکیب یوں ہے کہ عمدہ زیتون کسی پاک برتن میں ڈال کر کسی چیز سے ہلاتے جائیں اور ساتھ یہ آیتیں پڑھتے جائیں۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ آخر سورۃ تک (سورۃ التوبہ) لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ آخر سورۃ تک۔ سورۃ الحشر، سورۃ اخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ الناس، اول و آخر درود شریف پڑھ کر تیل پر دم کرے ان سب کو ملا کر صبح نہار منہ اور رات کو سوتے وقت استعمال کروان کے استعمال سے اللہ عزوجل نے اس بزرگ کو شفا عطاء فرمادی [1]۔

کلونجی ایک بہترین دوا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کلونجی میں موت کے سوا ہر (جسمانی) مرض کی شفا موجود ہے [2]۔

کلونجی ایک مشہور دوا ہے یہ پھلیوں سے تخم پیاز کے مشابہ سہ پہلو سیاہ تخم نکلتے ہیں۔ اس کا مزاج گرم خشک ہے۔ پیشاب اور حیض کو کھول کر لاتی ہے، پیٹ کے کیڑوں کو مارتی ہے، معدہ کو قوت دیتی ہے، زکام میں اس کی دھونی دی جاتی ہے یا ویسے سونگھا یا جاتا ہے۔ مرگی کے درد کے وقت کلونجی گھسا کر ناک میں ٹپکانا فائدہ بخش ہے۔ جلندھر اور کھانسی میں بے حد مفید ہے۔ اس کا جوشاندہ مردہ جنین کو فوراً پیٹ سے باہر نکال دیتا ہے [3]۔

اگر ہچکی کو کسی طرح فائدہ نہ ہوتا ہو تو دودھ کی بالائی میں تین ماشہ کلونجی رکھ کر کھانے سے ہچکی رک جاتی ہے۔ درد سینہ، فالج اور رعشہ میں اس کا روغن بے حد مفید ہے۔ کلونجی کا کھانا سانس پھولنے کو بہت فائدہ بخش ہے۔ اس کی کلی کرنے سے دانت کا درد رفع ہو جاتا ہے۔ شہد میں ملا کر کھانے سے دماغ کو قوت دیتی ہے اور حافظہ کو تیز کرتی ہے۔ نیز شہد میں ملا

---

[1] جسمانی امراض وطبی نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حکیم مقصود احمد رازی۔ ۹۱

[2] صحیح بخاری۔ ۳/۳۱۲

[3] جسمانی امراض وطبی نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حکیم مقصود احمد رازی۔ ۹۲

کر کھانے سے گردہ کی پتھری نکالتی ہے۔ مہندی کے پانی میں پیس کر لگانے سے بال لمبے اور مضبوط ہو جاتے ہیں اگر سرکہ میں پیس کر مقام برص پر لگائی جائے تو نفع دیتی ہے [1]۔

بواسیر، نقرس، جذام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دو طباق انجیر ہدیۃً پیش کیں۔ نبی دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی تناول فرمائیں اور صحابہ کرام کو بھی کھلائیں۔ ارشاد فرمایا کہ کھاؤ اور فرمایا اگر میں کہتا کہ جنت سے کوئی میوہ بغیر گھٹلی کے اترا ہے تو کہتا وہ انجیر ہے۔ اس کو کھاؤ کیونکہ یہ بواسیر کو دور کرتی ہے اور نقرس کو بھی نافع ہے اور فرمایا کہ بلس کھایا کرو کیونکہ وہ عروق جذام (کوڑھ) کا قاطع ہے سن لو وہ (یعنی بلس) انجیر ہے۔

طب جدید کے مطابق انجیر پیٹ کو نرم کرتی ہے، پسینہ لاتی ہے، بلغم چھانٹتی ہے اور پیشاب کھول کر لاتی ہے۔ یہ لطافت بخش ہے اور آہستہ آہستہ مسہل لاتی ہے۔ اس کا جوشاندہ کھانسی کو مفید ہے۔ جگر اور تلی کے سدوں کو کھولتی ہے۔ ریگ گردہ اور مثانہ کے لئے انجیر ولایتی پانچ عدد روزانہ کھانا بہت نفع بخش ہے [2]۔

حرام ادویہ سے علاج

سابقہ صفحات میں درج احادیث مبارکہ میں دوا کے استعمال کی ترغیب دی گئی ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ بلا دھڑک ہر حلال و حرام سے علاج کر لو بلکہ اس سلسلہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات عالیہ ہماری رہنمائی فرماتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبیث دوا استعمال کرنے سے ممانعت فرمائی ہے۔

حضرت وائل حضرمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ طارق بن سوید نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] جسمانی امراض وطبی نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حکیم مقصود احمد رازی۔ ۹۲

[2] جسمانی امراض وطبی نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حکیم مقصود احمد رازی۔ ۹۳

سے شراب کے متعلق پوچھا تو حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا۔ طارق نے عرض کیا کہ بطور دوا استعمال کرنا چاہتا ہوں تو فرمایا وہ دوا نہیں بلکہ بیماری ہے [1]۔

اتنی واضح حدیث پاک کی موجودگی میں بھی بعض لوگ شراب بطور دوا استعمال کرتے ہیں حالانکہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس طبیب روحانی وجسمانی جس کی عقل وفہم وشعور کی گردِ راہ کو بھی تمام مخلوقات کے حکماء اور صاحبان عقل ودانش کے فہم وشعور کی رسائی ممکن نہیں ان کے ارشاد گرامی کے مقابلہ میں کسی بھی عام شخص کے قول وفعل کو ترجیح دینا کتنی بڑی بددیانتی، بدعقیدگی اور کھلم کھلا جہالت ہے۔

شراب اور طب جدید

طب جدید کے مطابق شراب ام الخبائث ہے نہایت مضر صحت ہے۔ مخزن الحکمت میں ہے کہ شراب معدہ میں ایک قسم کی خراش اور سوزش پیدا کرتی ہے جس سے معدہ اور امعاء کی لعاب دار جھلی موٹی اور درشت ہو جاتی ہے اور ان کے فعل میں فتور واقع ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں بدہضمی، دست، پیچش وغیرہ جیسے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ معدہ سے جب بذریعہ ماساریقا جذب ہو کر شراب جگر میں جاتی ہے تو یہ اس پر بھی تحریک کا اثر کرتی ہے۔ آخر کار جگر کی باریک ساخت ضائع ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ ورم جگر، دنبل جگر (جگر کا پھوڑا) یرقان، استسقا، شوگر وغیرہ جیسے امراض ہو جاتے ہیں۔ دل اور شریانیں بھی شراب سے متاثر ہو جاتی ہیں۔ دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے اس کی حرکات بے قاعدہ ہو جاتی ہیں۔ بعض اوقات دماغی شریانیں پھٹ جاتی ہیں اور مرض سکتہ ہو کر انسان مر جاتا ہے۔ شراب کے اثر سے گردے ناکارہ ہو جاتے ہیں اور دماغ پر تو بہت برا اثر پڑتا ہے۔ شراب نوشی سے دماغی امراض مثلاً نسیان، ہذیان، دردسر، دوار، لقوہ، فالج، مالیخولیا، جنون، مرگی، رعشہ سکتہ وغیرہ ہو جاتے ہیں۔

یورپ کے نامور ڈاکٹروں کا محققہ قول ہے کہ شرابی والدین کی اولاد ضعیف ونحیف اور مختلف امراض میں بہت جلد مبتلا ہو جاتی ہے۔ نیز شرابی کے بچے بھی امراض دماغی مثلاً مرگی

---

[1] سنن ابوداؤد۔ ۱۷۰/۳، جامع ترمذی۔ ۹۴۴/۲، سنن ابن ماجہ ۲/۳۵۷

جنون، استسقاء دماغ اور امراض شش مثلاً سل اور دق وغیرہ میں نسبتاً زیادہ مبتلا ہوتے ہیں [1]۔

شراب چہرہ کی خوبصورتی پر بہت زیادہ تباہ کن اثرات ڈالتی ہے۔ دوران خون تیز ہو جانے سے جلد کو ضرورت سے زیادہ غذائیت ملتی ہے جس کی وجہ سے چکنائی کے غدود کو زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے بشرہ کی جلد موٹی، کھردری اور چکنی ہو جاتی ہے اور مسامات نمایاں ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں آنکھیں اپنی قدرتی چمک کھو کر گدلی اور دھندلی ہو جاتی ہیں [2]۔

لہٰذا شراب کے سوا باقی حرام ادویہ سے بشرطیکہ حلال ادویہ سے شفا نہ ہوتی ہو اور جان جانے کا صحیح اندیشہ ہو تو علاج کرانا جائز ہے۔

خون چڑھانے اور دیگر حرام اشیا سے علاج کا جواز

اس میں کوئی شک نہیں کہ سیال خون حرام اور نجس ہے لیکن جب خون چڑھانے کے سوا کوئی اور طریقہ علاج نہ ہو مثلاً کسی حادثہ، گولی لگنے یا آپریشن کی وجہ سے اس قدر خون بہہ جائے کہ بغیر خون چڑھائے مریض کا جانبر ہونا مشکل ہو تو ایسی ضرورت اور اضطرار کے موقع پر مریض کو خون چڑھانا جائز ہے یا کسی کو بلڈ کینسر (خون کا سرطان) ہو جس میں ایک معین عرصہ کے بعد ہر مرتبہ جسم کا پورا خون تبدیل کرنا پڑتا ہے ورنہ مریض مر جاتا ہے۔ اللہ عزوجل نے جہاں قرآن مجید میں خون کا حرام ہونا بیان کیا ہے وہاں ضرورت کے وقت اس کا استعمال کا جواز بھی بیان کر دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَاۤ اُہِلَّ بِہٖ لِغَیۡرِ اللّٰہِ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَیۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡہِ﴾ [3]

”تم پر صرف مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور اس جانور کو حرام کیا گیا جس پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور جس شخص کا قصد معصیت

---

[1] جسمانی امراض وطبی نبوی ﷺ از حکیم مقصود احمد رازی۔ ۴۳

[2] جسمانی امراض وطبی نبوی ﷺ از حکیم مقصود احمد رازی۔ ۴۳

[3] البقرہ۔ ۱۷۳

اور حد سے تجاوز نہ ہو اور ضرورت کی وجہ سے ان کو استعمال کرے اس پر کوئی حرج نہیں۔

خون چڑھانے کی ضرورت کئی وجوہ سے پیش آسکتی ہے ایک وجہ یہ ہے کہ کسی حادثہ کی بناء پر جسم سے بہت زیادہ خون نکل کر بہہ جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جگر خون بنانا بند کر دے اس کی وجہ سے انسان کا زندہ رہنا مشکل ہو جائے۔ تیسری وجہ بلڈ کینسر (خون کا سرطان) ہے جس میں بعض اوقات ہر ماہ جسم کا پورا خون بدلنا پڑتا ہے۔ چوتھی وجہ کسی بڑے آپریشن کے بعد یا دوران خون چڑھانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

بہرحال جب ایک مسلمان ڈاکٹر یہ بتلائے کہ اس شخص کو اگر خون نہ دیا گیا تو اس کی ہلاکت یا شدید تکلیف کا خطرہ ہے تو شرعاً خون چڑھانا جائز ہے بلکہ کسی بھی ناجائز اور حرام چیز کے استعمال سے اس صورت میں علاج کی شرعاً اجازت ہے۔ البتہ محض طاقت اور توانائی حاصل کرنے کے لئے نہ عام طور پر خون چڑھایا جاتا ہے نہ اس کی شرعاً اجازت ہے [1]۔

ایک اہم مسئلہ

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ ایک انسان کا خون جب دوسرے انسان کو چڑھایا جاتا ہے تو کیا وہ ایک دوسرے کے محرم ہو جاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے محرمیت کو صرف نسب، رضاعت اور مصاحرت میں منحصر کیا ہے۔ خون چڑھانے سے محرمیت ثابت نہیں ہوتی اور میاں بیوی ایک دوسرے کو خون دے سکتے ہیں۔

خون کی خرید و فروخت ناجائز ہے کیونکہ اول تو خون نجس ہے اور ثانیاً اس لئے کہ انسان اور اس کے اجزا کی خرید و فروخت ناجائز ہے اور آزاد انسان کی بیع سخت گناہ ہے اور یہ تکریم آدمیت کے خلاف ہے۔

پوسٹ مارٹم

میت کے پوسٹ مارٹم کی ضرورت دو جگہ پیش آتی ہے۔

1. تعلیم کے لئے۔

---

[1] شرح صحیح مسلم ۸۳۱-۸۳۱/۲ علامہ غلام رسول سعیدی

۲ مقدمہ میں تحقیق اور بے گناہ مسلمان کو قتل کی سزا سے بچانے کے لئے۔

آج کل انسانی جان کو بچانے کے لئے سرجری اور آپریشن ایک ضروری طریقہ علاج ہے مثلاً پتہ یا مثانہ میں پتھری کی صورت میں آپریشن کر کے باہر نکالنا۔ گردہ خراب ہونے کی صورت میں۔ آپریشن کے ذریعے ڈلیوری نہ کی جائے تو زچہ بچہ دونوں مرجاتے ہیں۔ بعض دفعہ جسم کے کسی حصے میں کوئی ناسور ہو جاتا ہے اور باقی جسم کو اس کے زہر سے محفوظ رکھنے کے لئے اس عضو کو کاٹ دیا جاتا ہے۔ بعض حادثات میں جسم کی مختلف ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں اس موقع پر ہڈی جوڑنے کے لئے آپریشن ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اس طرح بم کے ٹکڑے اور گولیوں کو جسم سے نکالنے کے لئے آپریشن کی ضرورت پڑتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ میڈیکل کالج کے طلبہ اگر زمانہ تعلیم میں سرجری کی مشق نہ کریں تو وہ مستقبل میں سرجری کے ذریعے علاج نہیں کر سکتے اور بغیر آپریشن کے جن لوگوں کا علاج نہیں ہو سکتا ان کی زندگی یقینی خطرہ میں ہے اور شریعت کا قاعدہ ہے کہ ضرورت کی بنا پر امر ممنوع کا کرنا جائز ہو جاتا ہے تو کیا اس عام ضرورت کی بنا پر پوسٹ مارٹم کرنے کی بالعموم اجازت دی جا سکتی ہے؟

اس سلسلہ میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ سرجری کی مشق کے لئے عام جانوروں اور غیر مسلم اموات کو حاصل کرنا چاہئے اور مسلم اموات پر سرجری کی مشق نہ کی جائے اور غیر مسلم اموات کا حصول اس قدر مشکل نہیں ہوتا جس کی بنا پر مسلم اموات کی چیر پھاڑ کر کے اس کی بے حرمتی کی جائے۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ پلاسٹک ماڈل سے بھی تعلیم شروع کی جا چکی ہے۔

دوسری وجہ جو بالعموم پیش آتی ہے مقدمہ کی تحقیق اور کسی بے قصور مسلمان کو قتل کی سزا سے بچانے کے لئے۔ مثلاً ایک شخص کو پولیس نے پستول سمیت پکڑ لیا اور اس پر الزام یہ ہے کہ اس نے پستول سے فلاں شخص کو گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے۔ جبکہ ملزم یہ کہتا ہے کہ میں نے گولی نہیں چلائی اور تمام شواہد اور قرائن ملزم کے خلاف ہیں۔ اب صرف یہ دیکھنا باقی ہے کہ مقتول کے جسم سے جو گولی نکلی ہے آیا وہ اس نمبر کی گولی ہے جو ملزم کے پستول میں ہے یا کوئی اور گولی۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مقتول کے جسم میں ملزم کے پستول کی گولی ہے تو وہ قاتل ثابت ہو جائے گا اور اگر وہ گولی اس کے پستول کی نہیں تو وہ بری ہو جائے گا۔ ایسی صورت

میں جبکہ پوسٹ مارٹم کے ذریعہ کسی بے قصور کی جان بچانے کا مسئلہ ہو تو پوسٹ مارٹم کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے اور فقہا اربعہ کے مذاہب میں اس کی تائید موجود ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ حاملہ عورت فوت ہو جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو ماں کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے اور یہ بعینہٖ ہمارا مطلوبہ جزئیہ ہے یعنی زندہ کی جان بچانے کے لئے میت کی چیر پھاڑ (پوسٹ مارٹم جائز ہے) بلکہ احناف یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر عورت زندہ ہو اور بچہ پیٹ میں مر جائے تو دائی بچہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکال لے یہ پوسٹ مارٹم کے جواز پر دوسرا جزئیہ ہے ہر چند کہ اس ترقی یافتہ دور میں ٹکڑے کرنے کی ضرورت نہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ اس مسئلہ پر اختلاف کیا ہے لیکن وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ اگر عورت مر جائے اور بچے کے بعض اجزا باہر نکل آئیں اور باقی بچے کو عورت کا پیٹ چاک کئے بغیر نکالنا ناممکن ہو تو عورت کا پیٹ چاک کر کے بچے کو نکال لیا جائے اور یہ بھی موجودہ صورت حال میں پوسٹ مارٹم کے جواز کا بعینہٖ جزئیہ ہے۔ بہر حال ائمہ اربعہ کی تصریحات سے ظاہر ہو گیا ہے کہ جب کسی زندہ کی جان بچانا مقصود ہو تو میت کا پوسٹ مارٹم کرنا جائز ہے۔

(مزید تفصیلات کے لئے کتب فقہ سے رجوع کیا جا سکتا ہے یہ مضمون شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ کی شرح مسلم جلد نمبر ۲ سے لیا گیا ہے)۔

انسانی اعضا کی پیوندکاری

ایلوپیتھک طریقہ علاج میں انسانی اعضا کی پیوندکاری سے بھی علاج کیا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنی آنکھیں کسی نابینا کو دے دیتا ہے اور میڈیکل سائنس کی حیرت انگیز ترقی کے باعث دوسرے شخص کی آنکھوں سے نابینا شخص بینا ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر لوگ وصیت کر جاتے ہیں کہ ہماری آنکھیں عطیہ میں دے دینا۔ تو اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ سونے چاندی کی دھات اور پاک جانوروں کے اعضا اور ہڈیوں سے پیوندکاری جائز ہے البتہ کسی زندہ یا مردہ انسان کے اجزا کو دوسرے انسان کے جسم میں لگانا جائز نہیں [1]۔

---

[1] شرح صحیح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی صاحب۔ ۸۶۲/۲

علاج بالدعاء (روحانی علاج)

دم اور تعویذ سے علاج

طبیب روحانی و جسمانی آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دونوں طریقوں یعنی علاج بالقرآن والدعا اور علاج بالدوا منقول ہے۔ ذیل میں کتب احادیث وسیرت سے اب وہ طریقہ علاج بیان کیا جاتا ہے جسے روحانی طریقہ علاج کہا جاتا ہے۔

مشائخ کرام نے کتب اعمال ووظائف میں ہر جسمانی و روحانی بیماری کے الگ الگ عمل اور دعائیں تحریر فرمائیں۔ مگر میں اس جگہ صرف وہ دعائیں ضبط تحریر میں لاؤں گا جو حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں یا آپ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحسین فرمائیں۔

پھوڑا یا زخم اور جسم درد کا دم

حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے درد کی شکایت کی جو وہ اپنے جسم میں پاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے جسم میں درد کی جگہ پر ہاتھ رکھو پھر تین مرتبہ بسم اللہ شریف پڑھ کر سات دفعہ یہ کلمات کہو:

﴿اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَآ اَجِدُ وَاُحَاذِرُ﴾ [1]

میں اللہ عزوجل کی عزت وقدرت کے ساتھ پناہ طلب کرتا ہوں ہر اس چیز کی برائی سے جو میں پاتا ہوں اور اس سے ڈرتا ہوں۔

حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اسی طرح کیا تو اللہ عزوجل نے میری تکلیف دور فرما دی۔

---

[1] صحیح مسلم شریف۔ ۱۷۰/۳، ضیاء القرآن۔ ۲۱/۱

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت کوئی شخص اپنے جسم میں کسی چیز کی شکایت کرتا تو حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اس پھوڑے یا زخم یا درد کی طرف) اپنی انگلی سے اشارہ فرماتے ہیں اور پڑھتے:

﴿ بِسْمِ اللهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقِهِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى سُقِمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا ﴾

(اللہ عزوجل کے نام کے ساتھ برکت حاصل کرتا ہوں یہ ہماری زمین کی مٹی ہمارے بعض کے لعاب کے ساتھ ملی ہوئی ہے تاکہ ہمارے رب کے حکم سے ہمارے بیمار کو شفا دی جائے [1])۔

بخار (Fever) کے لیے دم

امام بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے آپ کو بڑا تیز بخار تھا۔ آپ بخار کو برا بھلا کہہ رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو برا مت کہو یہ تو حکم الٰہی کا تابع ہے لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایسے کلمات سکھا دوں کہ اگر تم یہ کلمات کہہ کر اپنے اوپر دم کرو گی تو اللہ عزوجل بخار کو دور فرما دے گا۔ آپ نے عرض کی مجھے وہ کلمات سکھائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تعلیم فرمائے:

﴿ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ جِلْدِیَ الرَّقِیْقَ وَ عَظْمِیَ الدَّقِیْقَ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِیْقِ یَآ اُمَّ مِلْدَمْ: اِنْ کُنْتِ اٰمَنْتِ بِاللهِ الْعَظِیْمِ لَا تُصَدِّعِیْ الرَّاْسَ وَلَا تُنْتِنِی الْفَمَ وَلَا تَاْکُلِی اللَّحْمَ وَلَا تَشْرَبِی الدَّمَ وَتَحَوَّلِیْ عَنِّیْ اِلٰی مَنِ اتَّخَذَ مَعَ اللهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ﴾ [2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ کلمات دہرائے اور فوراً بخار اتر گیا۔

---

[1] صحیح مسلم۔۱۶۶/۳

[2] حجۃ اللہ علی العالمین بحوالہ ضیا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔۹۰۱/۵

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جبرائیل امین حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ ان رہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں تو حضرت جبرائیل امین نے ان الفاظ سے آپ کو دم فرمایا:

﴿بِسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ﴾ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو ہر قسم کے بخار اور دردوں میں سکھلاتے تھے کہ یہ پڑھیں:

﴿بِسْمِ اللهِ الْكَبِيْرِ اَعُوْذُ بِاللهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَّ مِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ﴾ [2]

مزید دردسر کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دعا سے تعویذ فرماتے تھے۔ [3]

بچھو کے کاٹنے کا دم

قبیلہ اسلم کے ایک آدمی نے بتایا کہ ایک آدمی کو بچھو نے ڈس لیا ہے۔ اس کی اطلاع سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوئی تو فرمایا: "شام کے وقت اگر یہ دم پڑھ لیتا تو اسے کوئی چیز ضرر نہ دیتی"۔ کلمات یہ ہیں:

﴿اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّآمَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾ [4]

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست اقدس زمین پر رکھا تو انگلی مبارکہ پر بچھو

---

[1] صحیح مسلم شریف۔ ۱۶۰/۳

[2] جامع ترمذی۔ ۹۵۴/۲

[3] مدارج النبوت۔ ۷۴۳/۱

[4] ضیا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۹۰۲/۵

نے ڈس لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قدم مبارک سے اس کو مار دیا اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اللہ جل جلالہ بچھو پر لعنت کرے یہ نمازی اور غیر نمازی کو نہیں چھوڑتا یا فرمایا یہ نبی اور غیر نبی کو نہیں چھوڑتا۔ پھر آپ ﷺ نے پانی اور نمک منگوایا اور اسے ایک برتن میں ڈالا پھر جس جگہ ڈسا تھا وہاں پانی اور نمک ڈالنے لگے آپ ﷺ انگلی سے ملتے جاتے اور سورۃ فلق اور سورۃ الناس پڑھ کر دم فرماتے جاتے [1]۔

متذکرہ بالا عمل بھڑ، مکھی وغیرہ کے لیے بھی مجرب ہے اگر نمک میں تھوڑا سا رس لیموں شامل کر لیا جائے تو ورم بھی نہیں آتا۔

بے خوابی کا علاج

ابن سعد طبقات میں عبدالرحمن بن سابط رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بے خوابی کی تکلیف ہوگئی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ جب تم ان کا ورد کرو تو تمہاری بے خوابی دور ہو جائے اور تم کو نیند آ جائے۔ کلمات یہ ہیں:

﴿ يَا اَللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَآ اَظَلَّتْ وَرَبُّ الْاَرَضِيْنَ وَمَآ اَقَلَّتْ وَرَبُّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَآ اَضَلَّتْ۔ كُنْ جَارِيْ مِنْ شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِيْعًا اَنْ يَّفْرِطَ عَلَيَّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى عَزَّ جَارُكَ وَ لَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ ﴾ [2]

کرب و بے چینی کا علاج

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کرب و بے چینی

---

[1] مشکوۃ شریف۔ ۲/۳۷۲

[2] ضیاالنبی ﷺ۔ ۵/۹۰۲، مدارج النبوۃ۔ ۱/۳۵۵

کے وقت یہ دعا پڑھ کرو:

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمُ﴾ [1]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کرب وغم اور بے چینی کو دور کرنے کے لئے یہ دعا تعلیم فرمائی:

﴿اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْا فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةً وَّاَصْلِحْ لِيْ شَانِيْ كُلَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ﴾ [2]

مرگی کا علاج

الشیخ المحقق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرگی کا مرض دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک ارواح خبیثہ کی وجہ سے اور دوسرا اختلاط رویہ کے سبب سے ہوتا ہے۔ اس دوسری قسم میں اطباء بحث کرتے ہیں لیکن ارواح خبیثہ والی مرگی کا علاج دعاؤں سے ہوتا ہے۔ گویا یہ دشمن سے جنگ کرنا ہے لڑنے والے کو چاہیے کہ اس کے ہتھیار اور بازو صحیح ہوں۔ (یعنی متقی اور پرہیزگار ہو)۔ غلط ٹونے ٹوٹکوں کی بجائے قرآن وحدیث اور صحیح دعاؤں سے علاج کرتا ہو۔ معالجین اس کا علاج یہ دعا پڑھ کر کرتے ہیں:

﴿اُخْرُجْ مِنْهُ مَا يَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ وَمَا يَقُوْلُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ﴾

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا علاج یوں فرماتے ہیں:

﴿اُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰهِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ﴾

بعض معالجین آیۃ الکرسی پڑھ کر دم کرتے ہیں اور مرگی کے مریض کو سورۃ فلق اور

---

[1] مدراج النبوۃ۔ ۱/۳۵۳

[2] سنن ابوداؤد بحوالہ مدارج النبوۃ ۔ ۱/۳۵۶

سورۃ الناس کی تاکید کرتے ہیں۔

مرگی والے کے کانوں میں اذان دینے سے بھی خاطر خواہ فائدہ ہوتا ہے [1]۔

جنات کے اثرات کا علاج

امام بیہقی اور ابن سعد رضی اللہ عنہ نے ابو العالیہ الریاحی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مکار جن مجھے تکلیف پہنچاتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات سکھائے:

﴿اَعُوْذُ بِكَلِمٰتِ اللهِ التَّآمَّاتِ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِّنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِي السَّمَآءِ وَمَا يَنْزِلُ فِيْهَا مِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ اِلَّا طَارِقًا يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ يَّا رَحْمٰنُ﴾

حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق میں یہ دم پڑھتا رہا اللہ عزوجل نے اس مکار جن کی مکاری سے مجھے بچالیا [2]۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنوں کے شر اور انسانوں کی نظر لگ جانے سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ معوذتان نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو لے لیا اور ان دونوں کے ماسوا ترک کر دیا [3]۔

مندرجہ ذیل آیت کو تین مرتبہ پڑھ کر دم کرے اور سورۃ فاتحہ پانی پر دم کر کے پلا دیا جائے:

﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اِنَّ اللهَ سَيُبْطِلُهٗ ط اِنَّ اللهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ط وَيُحِقُّ اللهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ط﴾

---

[1] مدارج النبوۃ۔ ۱/۳۵۸

[2] ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۵/۹۰۱

[3] جامع ترمذی۔ ۱/۹۴۸

اور اگر کوئی شخص جادو یا جنات کے اثر سے بے ہوش ہو جاتا ہو تو چلو بھر پانی پر اس آیت کو پڑھ کر دم کیا جائے اور اس پانی کا چھپکا منہ پر مارا جائے۔

﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ط اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ط وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ط

نظر بد کا علاج

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو اس طرح تعویذ (دم) کرتے تھے:

﴿اُعِيْذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّآمَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَآمَّةٍ وَ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَآمَّةٍ﴾

اور فرماتے کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام انہی کلمات سے حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام کو دم کیا کرتے تھے [1]۔

مایوس مریضوں کے لیے خوشخبری

مواہب الدنیہ اور دوسری کتب میں امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ان کا ایک بچہ سخت بیمار ہو گیا اور علاج سے افاقہ نہ ہوا حتیٰ کہ بچہ قریب المرگ ہو گیا۔ آپ کو خواب میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں اپنے بچے کا حال عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تم آیات شفا سے کیوں غافل ہو؟ کیوں ان کے ساتھ شفا نہیں مانگتے؟ امام ابوالقاسم قشیری فرماتے ہیں کہ میں نیند سے بیدار ہوا تو آیات شفا پر غور کرنے لگا میں نے ان کو قرآن پاک میں چھ مقام پر پایا وہ یہ ہیں:

1. وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ [2]

---

[1] سنن ابن ماجہ۔ ۳۶۲/۲

[2] سورہ توبہ۔ ۱۴

۲ يَا اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ [1]

۳ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ [2]

۴ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا [3]

۵ اَلَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ○ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَ يَسْقِيْنِ ○ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ○ [4]

۶ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ [5]

اگر کوئی مریض ہو تو ان آیات کو 21 مرتبہ پڑھ کر پانی دم کر کے پلایا جائے اور یہ عمل گیارہ یوم تک کیا جائے۔ شروع میں بسم اللہ شریف کے بعد تین مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھی جائے اگر یہ نہ کیا جا سکے تو پھر ان آیات کو بسم اللہ اور فاتحہ شریف کے ساتھ چینی کی رکابی پر لکھ کر پانی سے دھو کر مریض کو پلائیں انشاء اللہ بہت جلد شفا ہو جائے گی [6]۔

دانت درد کا علاج

حضرت حمیدہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو درد دنداں کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے داہنے دست مبارک کی انگشت شہادت اس دانت جس میں درد تھا رکھ کر یہ پڑھا:

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَسْئَلُكَ بِعِزَّتِكَ وَجَلَالِكَ وَقُدْرَتِكَ عَلٰى كُلِّ

---

[1] سورہ یونس۔ ۵۷

[2] سورہ النحل۔ ۶۹

[3] سورہ بنی اسرائیل۔ ۸۲

[4] سورہ الشعرا۔ ۷۸-۷۹-۸۰

[5] سورہ حم السجدہ۔ ۴۴

[6] مدارج النبوۃ۔ ۱/۳۴۰

شَیْءٍ فَاِنَّ مَرْیَمَ لَمْ تَلِدْ غَیْرَ عِیْسٰی مِنْ رُوْحِكَ وَ كَلِمَتِكَ اَنْ تَكْشِفَ مَا تَلْقِیْ فَاطِمَةُ بِنْتُ خَدِیْجَةَ مِنَ الْفُرِّ كُلِّهٖ ﴾

نوٹ: فاطمہ بنت خدیجہ کی جگہ مریض اور اس کی والدہ کا نام لینا چاہئے [1]۔

کیا دم یا تعویذ ناجائز ہے؟

ہر وہ دعا، منتر، ٹونہ ٹوٹکہ وغیرہ جس میں شرکیہ الفاظ ہوں کرنا سخت حرام ہے بلکہ بعض دفعہ کفر بھی جبکہ شیطانوں وغیرہ یا کسی غیر اللہ سے مسبب حقیقی خیال کرتے ہوئے مدد مانگے۔ لیکن اگر ان میں شرکیہ کلمات نہ ہوں تو پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جاہلیت میں ایک منتر پڑھا کرتے تھے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس منتر کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ منتر مجھے سناؤ منتر پڑھنے میں کوئی ڈر نہیں جب تک اس میں شرک نہ ہو [2]۔

اس لئے ضروری ہے کہ کوئی منتر یا دم پڑھنے سے پہلے اس کے معانی معلوم کریں یا پھر اس کا کسی ثقہ عالم سے منقول ہونا تحقیق کریں ورنہ نادانستگی میں غلطی کا احتمال ہے۔

کافروں سے دم کروانا منع ہے

کافروں سے دم کروانے اور تعویذ وغیرہ لینے سے بھی گریز کرنا چاہئے کیونکہ وہ عموماً شیاطین سے طالب استعانت ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے میرے گردن میں ایک دھاگہ دیکھا اور پوچھا یہ کیا ہے۔

میں نے کہا اس میں میرے لئے منتر پڑھا گیا ہے۔ انہوں نے دھاگہ پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کہا کہ اے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر والو! تم شرک سے بے پروا ہو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے منتر ٹوٹکے ٹونے شرک ہیں۔ حضرت

[1] مدارج النبوۃ۔ ۳۵۸/۱

[2] صحیح مسلم ۱۶۸/۳

زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا تم کیسے کہتے ہو حالانکہ میری آنکھ درد کی شدت سے نکل پڑتی تھی۔ میں فلاں یہودی کے پاس جاتی وہ دم پڑھتا تھا تو آنکھ آرام پاتی اور مجھے سکون مل جاتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری آنکھ کا درد شیطان کے عمل سے تھا وہ مختلف ری آنکھ کو چوکتا تھا۔ وہ دم پڑھتا تو شیطان رک جاتا تھا حالانکہ تم پر لازم تھا کہ تم وہ دم پڑھتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یعنی:

﴿اذهب الباس رب الناس واشف وانت الشافی لا شفاء الا شفاءك لا يغادر سقما﴾ [1]

اس روایت میں ظاہر ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کو یہودی کے مشرکانہ دم گنڈے سے روکا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول دم کی ترغیب دی۔

علامہ ابوالبرکات احمد (اہلحدیث) جواز تعویذ اور منکرین کو چیلنج

سوال: جناب مفتی صاحب کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ کے بارے کہ تعویذ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ السائل عتیق الرحمٰن سلفی، راہوالی۔

جواب: شریعت میں تعویذ کی کوئی حیثیت نہیں نہ فرض ہیں نہ واجب نہ مستحب، جو لوگ یہ کرتے ہیں وہ بطور علاج کر رہے ہیں اگر تعویذ میں شرکیہ باتیں نہ ہوں اللہ کے اسماء و صفات ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں اور شرکیہ الفاظ ہوں تو ان کے ساتھ دم اور تعویذ سب حرام اور شرک ہیں۔

سوال: جناب شیخ الحدیث و مفتی صاحب کیا خیال ہے علمائے اسلام کا اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو آدمی تعویذ کرتے ہیں اور اس پر اجرت لیتے ہیں اور لوگ ان کو مشرک کہتے ہیں ابولہب اور ابوجہل اور ان مشرکوں میں کیا فرق ہے؟ اور لوگ کہتے ہیں کہ تعویذ کرنے والوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اس کے بارے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ السائل محمد عثمان، قاضی کوٹ۔

جواب: اس طرح کہنے والے لوگ بیوقوف ہیں جن کو نہ قرآن کا علم ہے نہ حدیث کا۔ قرآن

---

[1] سنن ابی داؤد۔ ۳/۱۷۲

کی آیت لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ایک پڑھتا ہے بیمار کے اوپر پھونکتا ہے یا ان پڑھ مریض پر لکھ کر باندھتا ہے یہ شرک کیسا؟ یہ عین توحید ہے اس میں سے قطعاً شرک نہیں ہے۔ ایک شخص اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ پڑھ کر پھونکتا ہے یا لکھ کر باندھتا ہے یہ شرک کیسا؟ کتب احادیث میں چند احادیث ہیں ان سے بیوقوفوں کو شبہ پڑتا ہے سنن میں ایک حدیث ہے اس پر محدثین کی طرف سے تنقید بھی ہے کہ اس میں ایک راوی مجہول ہے الفاظ اس طرح ہیں۔ ''الرّقی والتمائم والتولة شرك'' یعنی دم، منکے اور عشق پیدا کرنے والے جادو شرک ہیں اس حدیث میں سب سے پہلے دم کو شرک کہا ہے اب اہم بات یہ ہے کہ صحاح الستہ کی تمام کتابوں میں اور ان کے علاوہ کتب حدیث میں صحیح اور مختلف سندوں کے ساتھ جو کہ تواتر کو پہنچتی ہیں احادیث موجود ہیں کہ نبی ﷺ نے دم کیا اور آنحضرت ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے موت کی بیماری میں دم کیا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہے اس کی تائید میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ کا واقعہ موجود ہے۔ سنن میں ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ کے گلے میں دھاگہ دیکھا انہوں نے کاٹ کر پھینک دیا اور فرمایا ابن مسعود کا خاندان شرک سے پاک ہے زوجہ نے اعتراض کیا کہ میں ایک یہودی کے پاس آتی جاتی تھی اس کے دم کردہ دھاگہ باندھنے پر میری آنکھ کی تکلیف دور ہو جاتی تھی جب نہیں باندھتی تھی آنکھ دکھتی تھی میل اترنے لگتی تھی عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب وہ دم کرتا تو شیطان چلا جاتا اور جب دم نہیں کرتا تھا تو شیطان انگلی مارتا تھا یہ فائدہ اور بیماری شیطانی کرشمہ ہے۔ معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہودی کے دم کو شرک اور شیطانی عمل کہا ہے اوپر درج کردہ حدیث میں الرّقی یہ رقیہ کی جمع ہے دم کو کہتے ہیں اس سے مراد بالاتفاق شرکیہ دم ہے جو یقیناً شرک ہے خود عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ کو ساتھ ہی توحید والا دم سکھایا جیسا کہ سنن میں موجود ہے معلوم ہوا کہ جس حدیث میں دم کو شرک کہا ہے وہ شرکیہ دم ہے۔ جو مشرک کرتے تھے ہمارے نااہل مولوی یا مسٹر نے اسے توحید والے دم پر محمول کیا جو جہالت ہے۔ حالانکہ توحید والے دم متواتر احادیث سے ثابت ہیں۔ اوپر درج کردہ حدیث میں دوسرا لفظ تمائم۔ یہ تمیمہ کی جمع ہے۔ مشہور محدث، مورخ اور عربی لغت کے ماہر امام ابن اثیر اور دیگر شراح احادیث نے تمیمہ کا معنی منکا کیا ہے۔ مراد وہ ہے جو یہاں مست قسم کے لوگ گلے میں باندھتے ہیں۔ کفار لوگ یہ

منکے نظر سے بچنے کے لئے بچوں کے گلے میں باندھتے تھے۔ یا مشرک لوگ شرکیہ الفاظ یا بے معنی الفاظ لکھ کر گلے میں باندھتے تھے۔ جیسا کہ امام ابن الاثیر نے یا دیگر احادیث کی شرح لکھنے والوں نے بالاتفاق وضاحت کی ہے۔

تیسرا لفظ تولہ ہے اس کو اوپر درج کردہ حدیث میں شرک کہا ہے۔ اس سے مراد ائمہ لغت نے یہی لیا ہے کہ یہ جادو ہے۔ جس کے ذریعے مرد اور عورت کے درمیان عشق و محبت پیدا کرنا ہے۔ اوپر والی حدیث میں ذکر کردہ تین باتوں کو شرک ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ پڑھ کر پھونکنا یا لکھ کر باندھنا کوئی شخص یا مسٹر یا مولوی شرک ثابت نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی ایسی حدیث ہو تو پیش کرو۔ لیکن قیامت تک پیش نہیں کر سکتے۔ ادھر ادھر کی باتیں کرنے سے مسئلہ ثابت نہیں کر سکتے۔ شرکیہ کو شرک کہنے سے یا تمائم شرکیہ کو شرک کہنے سے توحیدی تعویذات کو شرک ثابت نہیں کر سکتے دراصل قرآن کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے نازل کیا ہے کہ اس کو پڑھیں پڑھائیں اور اس پر عمل کریں اور عمل کرائیں۔ یہ دراصل نزول کا اصل نصب العین ہے اور اگر اصل نصب العین کو کام میں لانے کے بعد کسی کو یہ تجربہ ہوا ہو کہ اس کے پڑھ کر پھونکنے سے بیماری سے شفا ملتی ہے اور وہ عالم باعمل اس طرح توحید والا تعویذ پڑھ کر پھونکتا ہے تو اس میں شرک کیسا؟ قرآن نے اس کی حقیقت اس طرح بیان کی ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ. یعنی قرآن لوگوں کے لئے شفاء ہے۔ شفاء کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) روحانی شفاء، (۲) جسمانی شفاء۔

اب ایک عالم باعمل جسمانی بیماری کے لئے پڑھ کر پھونکتا ہے۔ تو یہ قرآن کے منشاء کے عین مطابق ہے۔ اس نے قرآن کے خلاف نہیں کیا۔ اصل میں اس عمل کا تعلق طب سے ہے دراصل یہ قرآن کا اصل مقصد نہیں اور نہ اس کا تعلق دین سے ہے۔ جس طرح ڈاکٹر حضرات جڑی بوٹیوں کے ذریعے تجربہ کی بنا پر علاج کرتے ہیں فیس بھی وصول کرتے ہیں۔ معاوضہ بھی لیتے ہیں۔ اس کا دین سے تعلق نہیں۔ صرف جواز کی صورت ہے نہ جس سے شریعت نے منع نہیں کیا۔ ٹھیک اس طرح بیماریوں میں سے بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ دنیا کے تمام ڈاکٹر اکٹھے ہوں وہ بیماری دور نہیں ہوتی۔ لیکن قرآن کے عالم باعمل اپنے

قرآنی عمل کے ذریعہ دم کرتے ہیں یا لکھ کر توحید کا کلمہ باندھ دیتے ہیں۔ وہ۔ ری بالکل دور ہو جاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ تفرقہ کیوں ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی فیس یا معاوضہ حلال طیب ہے اور دوسرے صاحب کی فیس یا معاوضہ ناجائز ہے یہ فرق کہاں ہے یہ دعویٰ صرف حسن کی بنا پر ہے۔ کیونکہ یہ دعویدار مسٹر یا مولوی عمل نہیں کرسکتا کیونکہ یہ اس کے بس کی بات نہیں ورنہ اس کو نہ اللہ نے حرام کیا ہے نہ آنحضرت ﷺ نے ہمارا چیلنج ہے کوئی ملاں یا مولوی ثابت کر دے اور الفظ واضح ہو کہ **لا الہ الا ھو** لکھ کر دینا یا پڑھ پر پھونکنا یا اس قسم کے توحید والے الفاظ سے علاج اور اس کا معاوضہ لینا حرام ہے۔

ہمارا **دعویٰ اور چیلنج** ہے کہ قیامت تک کوئی بھی ثابت نہیں کرسکتا۔ الراقم۔

ابوالبرکات احمد۔ [1]

خلاصہ کلام

وہ آیات واحادیث جو بتوں یا بت پرستی کے متعلق ہیں ان کو مسلمانوں پر بیان کرنا درست نہیں۔ یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ دیوار کعبہ میں نصب حجر اسود بھی پتھر ہے اور بت بھی پتھر دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ حجر اسود کی تعظیم ضروری ہے اور بت کی توہین ضروری ہے۔ حجر اسود کی توہین حرام ہے اور بت کی تعظیم حرام ہے۔ گنگا جمنا اور آب زم زم دیکھنے میں دونوں پانی ہیں رنگ وبو میں بھی دونوں ایک ہیں مگر گنگا وجمنا کی تعظیم حرام اور آب زم زم کی تعظیم فعل مصطفیٰ ﷺ سے ثابت ہے۔ جھوٹے مدعیان نبوت کی آڑ میں انبیا کرام کی توہین نہیں کی جائے گی اس لئے کسی بھی چیز کو حرام ثابت کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ اللہ عزوجل ہم سب مسلمانوں کو شرک وبدعت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

میں نے سابقہ صفحات میں کثیر التعداد احادیث میں سے صرف چند احادیث پیش کی ہیں طالب حق کے لئے اس میں کفایت ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہر چیز اس وقت نفع دیتی ہے جب اذن الٰہی ہو۔ اس کے علاوہ کوئی چیز بھی اثر نہیں کرتی۔ اگر جڑی بوٹیاں، گولیاں، شربت معجونیں اور ٹیکے اذن الٰہی سے صحت وعافیت کا سبب بن جاتے ہیں تو اللہ عزوجل کے

[1] فتاویٰ برکاتیہ۔ ۲۷۰۔ ۲۷۲

اسمائے حسنیٰ، آیات قرآنی اور فرمودات رسالت اذن الٰہی سے کیوں موثر نہیں ہو سکتے؟

دم اور تعویذ پر نذرانہ لینا

آخر میں ایک بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ دم اور تعویذ پر نذرانہ وصول کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کے لئے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کافی ہے جو امام بخاری، امام مسلم، ترمذی اور دیگر کتب احادیث میں منقول ہے اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہم پر اپنے چند صحابہ کرام کو بھیجا جن میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان کا گزر ایک ایسی بستی پر ہوا جہاں عرب کا ایک قبیلہ سکونت پذیر تھا انہوں نے اس قبیلہ سے کھانا طلب کیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے بغیر کچھ کھائے رات بسر کی۔ اسی اثنا میں قبیلہ کے سردار کو کسی زہریلے بچھو نے کاٹ لیا، جب اس کی تکلیف حد سے بڑھی تو وہ لوگ مسلمانوں کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹا ہے۔ وہ درد سے تڑپ رہا ہے اگر تمہارے پاس کوئی دوا ہے یا دم کر سکتا ہے تو وہ آ کر اسے دم کرے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے پاس علاج تو ہے لیکن تم نے بے مروتی کا سلوک کیا ہے۔ ہمیں کھانا تک نہیں دیا جب تک تم ہمیں کچھ معاوضہ دینا طے نہ کر لو اس وقت تک ہم اس کا علاج نہیں کریں گے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ اگر ہمارے سردار کو آرام آ گیا تو ہم تمہیں بکریوں کا ایک ریوڑ دیں گے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ گئے اور سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد اپنا لعاب دہن اس پر ملا درد ختم ہو گیا اور ان کا سردار صحت مند ہو گیا قبیلہ والوں نے وعدہ کے مطابق ایک ریوڑ جس میں تیس بکریاں تھیں مسلمانوں کو دیا۔ جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وہ ریوڑ لے کر واپس مسلمانوں کے پاس آئے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ جب تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ نہ لیا جائے اس ریوڑ کو استعمال نہیں کریں گے۔ واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے معاملہ پیش ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے ہوئے فرمایا تمہیں یہ کس طرح پتہ چلا کہ یہ سورت پڑھ کر دم کیا جاتا ہے۔ بکریاں لے لو اور اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔ اس روایت کے بعد مزید کسی بحث کی ضرورت باقی نہیں رہتی [1]۔

---

[1] ضیاء القرآن، ۶۷ ـ ۶۸ ـ ۷ / ۵، صحیح مسلم ۱۶۹ / ۳

موت اور حالت نزع کا بیان

حضرت امام حسن علیہ السلام نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موت اور اس میں سختی کے بارے میں ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ اتنی تلخ ہے کہ جیسے تلوار کے ساتھ تین صد مرتبہ ضرب لگائی جائے۔ رسول اللہ ﷺ سے موت کی تلخی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا سب سے زیادہ آسان موت یہ ہے کہ روئی میں کانٹوں والی جھاڑی ہو جب وہ روئی سے نکالی جائے تو کچھ روئی اس کے ساتھ ہی رہ جاتی ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ ایک مردہ دوبارہ اٹھنے تک موت کی تلخی کو محسوس کرتا رہتا ہے یعنی موت یہ ہے کہ اس کو موت کی تکلیف یاد رہتی ہے۔

حضرت شداد بن اوس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دنیا اور آخرت کے اندر مومن کے لیے خوفناک ترین چیز موت ہے۔ یہ اس سے بڑھ کر شدید و تکلیف دہ ہے کہ آرے کے ساتھ چیرا جائے، قینچیوں سے کاٹا جائے اور دیگوں کے اندر ڈال کر ابالا جائے۔ اگر مردے کو پھر سے زندہ کیا جائے اور دنیا میں بھیجا جائے اور اہل دنیا کو وہ موت کی کیفیت بیان کرے تو دنیا والے زندگی سے ہرگز مفاد نہ لیں اور نہ ہی ان کو نیند میں لذت حاصل ہو۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ مومن جب اس درجہ و مرتبہ سے محروم رہے جو وہ عمل کے ذریعے حاصل نہیں کر سکا تو اس کے لیے موت کو شدید کر دیا جاتا ہے اس واسطے کہ وہ سکرات موت اور تکلیف کی وجہ سے جنت میں اس مقررہ درجہ کو حاصل کر سکے۔ اور کافر کو کوئی نیک عمل اگر ایسا ہو جس کا بدلہ اسے دنیا کے اندر ہی نہ دیا گیا ہو تو اس پر موت آسان کی جاتی ہے اس لیے کہ اس کی اس نیکی کا اجر پورا مل جائے ازاں بعد وہ دوزخ میں جا وارد ہو۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا موت کا اچانک وارد ہو جانا مومن کے لیے باعث راحت ہوتا ہے اور کافر کے لیے باعث افسوس۔

حضرت مکحول رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر مردے کے ایک بال کو آسمان و زمین والوں کے اوپر رکھ دیں تو وہ اللہ عزوجل کے حکم سے سب مر جائیں۔ کیونکہ ہر ایک بال کے اندر موت اور جس چیز پر بھی موت وارد ہو وہ مر جاتی ہے۔ اور نقل ہے کہ اگر ایک قطرہ موت دنیا کے سب پہاڑوں کے اوپر رکھ دیں تو وہ تمام ہی پگھل کر رہ جائیں۔

جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وصال پایا تو ان سے اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اے میرے خلیل تو نے موت کو کیسا پایا تو انہوں نے عرض کیا گویا کہ روئی تر ہو۔ اس میں گرم سلائی ڈال کر کھینچی جائے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا میں نے تجھ پر اس کو آسان کر دیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق روایت کی گئی ہے کہ جس وقت ان کی روح اللہ عزوجل کے پاس پرواز کر گئی تو اللہ عزوجل نے ان سے دریافت کیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام تو نے موت کو کیسا پایا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے خود کو ایسی چڑیا کی مانند پایا جو کڑاہی میں بھونی ہو کہ نہ وہ مرتی ہو کہ آرام آ جائے اور نہ ہی نجات پاتی ہو کہ اڑ کر جا سکے اور ان ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ کہا کہ میں نے زندہ بکری کی مانند خود کو پایا جو قصاب کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اور اس کی کھال اتاری جا رہی ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے متعلق روایت ہے کہ بوقت وصال آپ ﷺ کے پاس پانی بھرا ایک پیالہ موجود تھا۔ آپ ﷺ اس میں اپنا ہاتھ تر کر کے اپنے چہرے پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے:

﴿ اللھم ھون علی سکرات الموت ﴾

اے میرے اللہ! (میرے اوپر موت کی بیہوشی کو آسان کر دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اے کعب رضی اللہ عنہ تو ہمیں موت کے متعلق کچھ بیان کر تو انہوں نے فرمایا کہ اچھا یا امیر المومنین۔ موت ایسی شاخ کی مانند

ہوتی ہے جو بہت کانٹوں سے بھری ہو۔ وہ کسی شخص کے پیٹ کے اندر داخل ہو اس کا ہر ایک کانٹا ایک رگ میں چبھا ہوا ہو پھر کوئی آدمی اس کو شدت سے کھینچ لے، پھر جو گھسٹ جائے وہ ساتھ ہی گھسٹ جائے اور جو رہ جائے وہ رہ جائے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان پر سکرات موت اور تکلیفیں وارد ہوتی ہیں اور اس کے (بدن کے) جوڑ ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔ "علیک السلام" (تجھ پر سلامتی ہو) تو مجھے چھوڑ رہا ہے اور تجھ سے تا قیامت میں جدا ہو رہا ہوں۔

پس ایسا حال تو اولیاء اللہ اور اس کے محبوبوں پر وارد موت کا ہے۔ مگر ہم لوگ کہ ہر وقت گناہوں میں ڈوبے ہوتے ہیں ہمارا حال کیسا ہوگا ہمارے اوپر موت کی سکرات (بیہوشیاں) آخر حوادث تک طاری ہی رہیں گی۔ کیونکہ موت کے تین حوادث ہیں ان میں دو یہ ہیں۔ اول وہ تکلیف جو بوقت نزع ہوتی ہے جیسے کہ ہم نے بیان کی ہے۔ اور دوم ملک الموت کی صورت وشکل کو دیکھنا اور اس کا خوف اور اس کی ہیبت کا دل پر چھا جانا کہ اگر تمام انسانوں سے بڑھ کر قوت والا انسان بھی کسی گناہگار انسان کی روح قبض کرنے والے اس ملک الموت کو ایک نظر دیکھ لے تو ہرگز برداشت نہ کر سکے۔

روایت ہے کہ موت کے فرشتہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیا تم مجھے وہ صورت دکھا سکتے ہو جو تمہاری اس وقت ہوتی ہے جب تو کسی گنہگار انسان کی روح قبض کرتا ہے۔ فرشتے نے عرض کیا کہ آپ وہ برداشت نہ کر پائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کی برداشت ہے۔ فرشتے نے عرض کیا اب ذرا اپنا رخ دوسری طرف کریں پھر جب آپ نے رخ پھیرا تو سیاہ شخص، کھنچے تنے ہوئے بال، بدبودار سیاہ لباس، منہ اور نتھنوں میں سے آتشیں شعلے نکل رہے ہیں اور دھواں برآمد ہو رہا ہے۔ اس کو دیکھا تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے ملک الموت بدعمل شخص کو صرف تیری شکل ہی موت کے وقت دکھائی جائے تو اس کے لئے اتنی ہی (سزا) کافی ہے۔

یہ حادثہ بڑا خطرناک ہے جو نافرمان لوگوں کو پیش آئے گا اور عابد لوگوں کے حق میں

بھلائی کے واسطے کافی ہے اور انبیائے کرام نے موت کے وقت صرف ظاہر کی سختی کو بیان کیا ہے اور بغیر گھبراہٹ کے موت (مطلق سکرات) کا ذکر موجود ہے جو ملک الموت کو دیکھنے والے پر وارد ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص دوران خواب بھی ملک الموت کو دیکھ لے تو اس کا کیا حال ہو جائے گا۔

نیک و خوش اعمال شخص کو ملک الموت نہایت حسین صورت میں دکھائی دیتا ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام بڑے غیور انسان تھے وہ ایک علیحدہ کمرے کے اندر عبادت کیا کرتے تھے۔ جب باہر نکلتے تھے تو اس کو بند کر دیا کرتے تھے۔ ایک روز جب آپ واپس آئے تو دیکھا کہ کمرے کے اندر ایک آدمی موجود ہے آپ نے اس سے پوچھا تجھے میرے گھر میں کس نے آنے دیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے اس کے مالک نے داخل کیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ گھر کا مالک تو میں ہوں۔ ملک الموت نے کہا کہ مجھے اس میں داخل کرنے والا وہ ہے جو میرے اور آپ سے بڑھ کر اس کا مالک ہے۔ آپ نے پوچھا تو کون سا فرشتہ ہے۔ اس نے کہا ملک الموت ہوں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تو وہ صورت اختیار کر سکتا ہے جو کسی مومن کی روح قبض کرتے وقت تمہاری صورت ہوتی ہے۔ اس نے کہا ہاں آپ اپنی نظر ذرا دوسری جانب کریں۔ آپ نے دوسری طرف دھیان کر لیا پھر آپ نے مڑ کر دیکھا تو وہ ایک نوجوان تھا بڑا حسین چہرہ تھا۔ لباس بڑا خوبصورت خوشبو میں اٹا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا:

''اے ملک الموت مومن کو وقت مرگ تیری صرف شکل و صورت ہی دکھا دیں تو یہ بھی اس کے لیے انعام کافی ہوگا''۔ علاوہ ازیں دو محافظ فرشتے بھی دکھائی دیں گے۔

حضرت وہب نے فرمایا ہے کہ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ مرنے والے شخص کو دو فرشتے اس کے اعمال دکھاتے ہیں (یہی نیکی، بدی درج کرنے والے فرشتے ہیں)۔ اگر وہ عابد شخص ہو تو وہ اسے کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل تجھے اچھی جزا عطا فرمائے۔ تو نے ہم کو متعدد اچھی

مجلسوں میں بٹھاتا رہا ہے اور ہمارے سامنے تو نے متعدد نیک اعمال کیے اور اگر وہ کوئی برا شخص ہو تو اسے وہ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل تجھے اچھی جزا نہ دے تو نے ہمیں متعدد بار بری مجالس میں بٹھایا اور ہماری موجودگی میں تو نے برے عمل کئے اور ہمیں تو نے بری باتیں سنائیں اللہ عزوجل تجھے ہماری طرف سے اچھی جزا نہ دے۔ مرنے والے کی نظریں ان کی جانب جمی ہوتی ہیں اور وہ دنیا میں پھر کبھی واپس نہ آئے گا۔

سوم یہ ہے کہ نافرمان لوگ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ دیکھتے ہیں اور دیکھنے سے قبل انہیں خوف وخطرہ ہوتا ہے۔ جس وقت وہ سکرات موت میں ہوتے ہیں۔ تو قوتیں تباہ ہوگئی ہوتی ہیں۔ ان کی روحیں تیار ہوتی ہیں کہ باہر نکلیں مگر دو میں سے ایک بشارت جس وقت تک وہ فرشتے سن نہ لیں روح باہر نہیں نکلتی۔ ایک یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے دشمن تجھے دوزخ کی خوشخبری ہے یا یہ کہ اے اللہ عزوجل کے دوست جنت کی بشارت لے لے۔ اہل عقل اس سے ڈرتے رہتے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی دنیا میں سے نہ نکلے گا۔ وہ یہ نہ جان لے کہ وہ کہاں جائے گا؟ جب تک کہ وہ اپنے مقام کو جنت یا دوزخ میں مشاہدہ نہ کرلے۔ (مکاشفۃ القلوب)

حالت نزع میں کیا کیا جائے؟

جب کسی ایسے مسلمان مریض کی بیمار پرسی کریں جس کی موت قریب ہو تو مندرجہ ذیل کام کئے جائیں۔

1. جب انسان پر موت کا وقت قریب ہو تو اس کی چارپائی کو اس طرح کر دیا جائے کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو جائے۔
2. قریب المرگ شخص کے قریب سورۃ یٰسین کی تلاوت کی جائے کیونکہ اس سے اس شخص کے لیے آسانی ہوتی ہے۔

حضرت معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر سورۃ یٰسین کی تلاوت کرے اللہ عزوجل اس کے پہلے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور تم اس سورۃ کو اپنے فوت ہونے والے کے پاس پڑھو[1]۔

[۳] جس شخص کی موت قریب ہو اس کو تلقین کرنی چاہئے یعنی ظاہر اسباب و حالات سے جب یہ پتہ چلے کہ یہ شخص اب فوت ہونے کے قریب ہے تو ایسے شخص کو کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کی تلقین کرو۔

اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ﴾[2]

(کہ تم میں سے جو لوگ فوت ہونے کے قریب ہوں ان کو "لا الہ الا اللہ" کی تلقین کرو)۔

تلقین کا طریقہ

فوت ہونے والے کو تلقین کرنا مستحب ہے بعض فقہا کے نزدیک واجب ہے۔ تلقین کے وقت قریب الموت شخص کے قریب کلمہ پڑھا جائے اسے یہ نہ کہا جائے کہ تو پڑھ ممکن ہے وہ نزع کی تکلیف کے باعث کلمہ پڑھنے سے انکار کر دے، اگرچہ سکرات موت میں کلمہ پڑھنے سے انکار کفر نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی اچھا نہیں ہے اگر اس کو آخری وقت میں کلمہ پڑھنا نصیب ہو گیا تو اس کی خوش قسمتی ہو گی۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

﴿من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ﴾[3]

---

[1] مشکوٰۃ شریف۔۱/۳۴۴

[2] صحیح مسلم۔۱/۶۴۵

[3] سنن ابی داؤد۔۲/۵۲۱

جس شخص کا آخری کلام ''لا الہ الا اللہ'' ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۴ اس کے پاس موت کے وقت نیک لوگوں کا ہونا اچھی بات ہے۔

۵ خوشبو سلگائی جائے، بلکہ خوشبو سلگانا مستحب ہے [۱]۔

۶ موت کے وقت حیض و نفاس والی عورتیں اس کے پاس رہ سکتی ہیں مگر جس کا حیض ختم ہو گیا اور ابھی اس نے غسل نہ کیا ہو وہ عورت اور جنبی عورت کو کسی کی روح نکلنے کے وقت قریب نہیں ہونا چاہیے۔

۷ حضرت مروزی حضرت جابر بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مرنے والے کے پاس سورہ رعد کا پڑھا جانا بھی مستحب ہے کیونکہ اس سے مردے پر آسانی ہوتی ہے۔ اگر نزع میں سختی دیکھیں تو سورہ یٰسین اور سورہ رعد پڑھیں۔

۸ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں مرنے والے کے قریب اس کی موت پر یہ دعا بھی پڑھی جاتی تھی:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِفُلَانٍ (اس کا اور اس کے باپ کا نام لیا جائے) وَبَرِّدْ عَلَیْہِ مَضْجَعَہٗ وَوَسِّعْ عَلَیْہِ قَبْرَہٗ وَاَعْطِہِ الرَّاحَۃَ بَعْدَ الْمَوْتِ وَ اَلْحِقْہُ بِنَبِیِّہٖ وَتَوَلَّ کَفْنَہٗ وَصَعِّدْ رُوْحَہٗ فِیْ اَرْوَاحِ الصَّالِحِیْنَ وَ اَجْمَعْ بَیْنَنَا وَبَیْنَہٗ فِیْ دَارٍ تَبْقٰی فِیْھَا الصِّحَّۃُ وَیُذْھَبُ عَنَّا فِیْھَا النَّصَبُ وَاللُّغُوْبُ [۲]

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پاک پڑھا جاتا اور بار بار اس دعا کو پڑھا جاتا حتیٰ کہ وہ فوت ہو جاتا [۳]۔

---

[۱] بہار شریعت، حصہ چہارم۔ ۷۲/۱

[۲] شرح الصدور۔ ۸۷۔ ۸۸

[۳] موت کا منظر کا صفحہ نمبر ۸۶ / از علامہ عبدالرزاق بھترالوی صاحب

توبہ کی تلقین

۹ یہ مستحب ہے کہ مرتے وقت اسے توبہ کرنے اور ظلم وستم سے باز آنے اور اپنے رشتہ داروں کے لئے جن کا وراثت میں حصہ نہیں تہائی مال کی وصیت کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے اور اگر رشتہ دار نہ ہوں تو فقراء ومساکین، مساجد، مدارس اور رفاہ عامہ کے کاموں کی طرف خرچ کرنے کی وصیت کرے۔

۱۰ اس کی نزع کے وقت اپنے لئے اور اس کے لئے دعائے خیر کرتے رہیں اور کوئی برا کلمہ زبان سے نہ نکالیں کیونکہ اس وقت جو کچھ کہا جاتا ہے ملائکہ اس پر آمین کہتے ہیں۔

روح نکل جائے تو کیا کیا جائے؟

جب روح نکل جائے تو فوراً مندرجہ ذیل کام کئے جائیں۔

۱ ایک چوڑی پٹی جبڑے کے نیچے سے سر پر لے جا کر گرہ دے دیں تا کہ منہ کھلا نہ رہے۔

۲ آنکھیں بند کر دی جائیں۔

۳ انگلیاں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے جائیں۔ یہ کام اس کے گھر والوں میں سے جو زیادہ نرمی سے کر سکتا ہو کرے۔ مثلاً باپ یا بیٹا۔

۴ آنکھیں بند کرتے وقت یہ دعا پڑھیں:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهٗ وَاسْعِدْهُ بِلِقَآئِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْهُ﴾ [ط]

۵ اس کے پیٹ پر لوہا، گیلی مٹی یا کوئی بھاری چیز رکھ دیں مگر ضرورت سے زیادہ وزنی نہ ہو کہ باعث تکلیف ہو۔ ایسا کرنے سے میت کا پیٹ نہیں پھولتا۔

۶ سارے بدن کو کپڑے سے چھپا دیں۔

ط بہار شریعت۔ ۷۳/۱

۷ اس کی چارپائی کو اونچی جگہ پر رکھیں تاکہ زمین کی سل اسے نہ پہنچے۔

۸ مرتے وقت معاذ اللہ اس کی زبان سے کلمہ کفر نکل گیا تو کفر کا حکم نہ دیں گے کہ ممکن ہے موت کی سختی میں عقل جاتی رہی ہو اور بے ہوشی میں یہ کلمہ نکل گیا ہو اور بہت ممکن ہے اس کی بات پوری سمجھ میں نہ آئی ہو کیونکہ ایسی حالت میں آدمی شدت کی بنا پر صاف الفاظ ادا نہیں کرسکتا۔

۹ اس کے ذمہ ہر قسم کے قرض کی ادائیگی کا جلد از جلد بندوبست کریں۔ حدیث میں آتا ہے کہ میت اپنے قرض میں مقید ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کی روح معلق رہتی ہے جب تک قرض ادا نہ کیا جائے۔

۱۰ میت کے پاس تلاوت قرآن مجید، ذکر واذکار، تسبیح وتحلیل جائز ہے بشرطیکہ میت کا جسم کپڑے سے چھپا ہوا ہو۔

۱۱ غسل اور کفن و دفن میں جلدی کریں تاخیر نہ کریں۔

۱۲ پڑوسیوں اور دوست احباب کو اطلاع کردیں تاکہ نمازیوں کی کثرت ہو۔ بازار، شارع عام پر اس کی موت کی خبر دینے کو بعض نے مکروہ جانا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ اس میں حرج نہیں لیکن حسب عادت اور جاہلیت، بڑے بڑے الفاظ سے گریز کیا جائے۔

۱۳ ناگہانی موت سے مرا ہو تو جب تک موت کا یقین نہ ہو تجہیز و تکفین ملتوی رکھیں۔

۱۴ عورت مرگئی اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہے تو بچہ بذریعہ آپریشن نکالا جائے۔ یا عورت زندہ ہے اور بچہ مرگیا ہے تو بھی بذریعہ آپریشن بچہ کو نکالا جائے [1]۔

---

[1] بہار شریعت، حصہ چہارم۔ ۱/۷۳

غسل میت کے احکام و مسائل

میت نہلانا فرض کفایہ ہے۔ اگر بعض لوگوں نے غسل دے دیا تو سب سے ساقط ہو جائے گا۔ (عالمگیری)

میت کے غسل کا طریقہ

غسل دینے والا میت کے کپڑے اتار کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے ستر پوشی کرے کیونکہ اس طرح غسل دینا ممکن ہوگا اور اچھی طرح غسل دیا جا سکے گا۔

غسل کا طریقہ یہ ہے کہ جس تختہ پر نہلانے کا ارادہ ہو اس کو تین، پانچ یا سات بار جس چیز میں خوشبو سلگتی ہو اس سے دھونی دیں مثلاً اگر بتی وغیرہ کو تختہ کے گرد پھرائیں۔ پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجا کرائے پھر نماز جیسا وضو کروائے۔ استنجاء کا طریقہ یہ ہے کہ میت کے پیٹ پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرے اگر کوئی غلاظت ہو تو تین مرتبہ مٹی کے ڈھیلوں سے صاف کر دی جائے پھر پانی بہا دیا جائے۔

وضو کا طریقہ یہ ہے کہ نیت کرے، بسم اللہ پڑھے اور اپنی تر انگلیوں کو اس کے ہونٹوں کے درمیان لا کر دانتوں پر ملے، روئی کے ساتھ بھی پانی لگایا جا سکتا ہے۔ اس طرح ناک کے نتھنوں کو بھی انگلیوں سے صاف کرے پھر منہ اور ناک کے اندر پانی ڈالے یعنی کلی اور ناک میں پانی ڈالنے والا عمل کرے لیکن منہ اور ناک کے اندر پانی نہ ڈالے۔ اس طرح مکمل وضو کرائے جب اس سے فارغ ہو جائے تو میت کے سر کو پانی اور بیری کے پتوں سے دھوئے پھر ڈاڑھی کو دھوئے لیکن بالوں میں کنگھی نہ کرے۔ پھر سر سے پاؤں تک پانی ڈالے اور دائیں نٹو کو دھوئے۔ پھر بائیں طرف لٹا کر بایاں پہلو دھوئے۔ اس کے بعد نرمی سے ٹیک لگا کر بٹھائیں اگر پیٹ سے کوئی غلاظت وغیرہ نکلے تو صاف کر دیں۔ غسل اور

وضو کا اعادہ نہ کریں۔ میت کو کم از کم تین بار یا زیادہ سے زیادہ سات بار غسل دیا جائے۔

غسل میت کے چند اہم مسائل

﴿۱﴾ ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت۔

﴿۲﴾ جس جگہ غسل دیں وہاں پردہ کر لیں سوائے غسل دینے والے اور مددگار کے کوئی نہ دیکھے۔

﴿۳﴾ میت کو اس طرح لٹائیں جس طرح قبر میں رکھتے ہیں یعنی منہ قبلہ کی طرف ہو۔

﴿۴﴾ نہلانے والا باطہارت ہو، جنبی یا حیض والی عورت نے غسل دیا تو کراہت پائی جائے گی مگر غسل ہو جائے گا۔ بے وضو نے غسل دیا تو کراہت بھی نہیں۔

﴿۵﴾ نہلانے والا میت کا قریبی رشتہ دار ہو وہ نہ جانتا ہو تو کوئی بھی دیانتدار و متقی غسل دے۔

﴿۶﴾ جو اچھی بات دیکھے مثلاً چہرہ چمک اٹھا یا میت کے بدن سے خوشبو آئی تو لوگوں کے سامنے بیان کرے۔ اگر کوئی برائی دیکھے مثلاً رنگ سیاہ ہو گیا، اعضاء میں ملہ آ گیا تو کسی سے بیان نہ کرے۔

﴿۷﴾ نہلانے والے کے پاس خوشبو سلگانا مستحب ہے کہ اگر میت کے بدن سے بدبو آئے تو اسے محسوس نہ ہو۔

﴿۸﴾ بقدر ضرورت اعضائے میت کی طرف دیکھے بلا ضرورت کسی خاص عضو کی طرف نہ دیکھے۔

﴿۹﴾ غسل واجب ہونے کے کتنے ہی اسباب ہوں ایک ہی غسل سے سب ادا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جنابت، حیض، نفاس وغیرہ۔

﴿۱۰﴾ مرد کو مرد غسل دے، عورت کو عورت غسل دے۔ چھوٹے بچے یا بچی کو مرد یا عورت غسل دے سکتے ہیں۔ چھوٹے سے مراد ہے کہ حد شہوت کو نہ پہنچے ہوں۔

﴿۱۱﴾ عورت مر جائے تو شوہر نہ اسے نہلا سکتا ہے نہ چھو سکتا ہے اور دیکھنے کی ممانعت نہیں۔ عوام میں جو مشہور ہے کہ شوہر عورت کے جنازے کو نہ کندھا دے سکتا ہے نہ قبر میں اتار سکتا ہے نہ منہ دیکھ سکتا ہے یہ غلط ہے۔

﴿۱۲﴾ مرد اگر مر جائے تو عورت اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے جبکہ موت سے پہلے ایسا کوئی امر واقع نہ ہوا ہو جس سے وہ نکاح سے نکل گئی ہو۔

﴿۱۳﴾ عورت کو طلاق رجعی دی تو وہ ابھی عدت میں تھی شوہر کا انتقال ہو گیا تو غسل دے سکتی ہے۔ اگر بائن طلاق دی تو اگرچہ عدت میں تھی غسل نہیں دے سکتی۔

﴿۱۴﴾ ایسی جگہ انتقال ہوا ہو جہاں پانی نہیں ملتا تو تیمم کرائیں اور نماز پڑھیں بعد نماز اگر قبل دفن پانی مل جائے تو نہلا کر نماز کا اعادہ کریں۔

﴿۱۵﴾ اگر کسی مسلمان کا آدھے سے زیادہ دھڑ ملا تو غسل و کفن دیں گے اور نماز جنازہ بھی پڑھیں گے اور نماز کے بعد وہ باقی ٹکڑا ابھی ملا تو اس پر دوبارہ نماز نہیں پڑھیں گے بلکہ کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں گے۔

﴿۱۶﴾ میت کا بدن اگر ایسا ہو گیا کہ ہاتھ لگانے سے کھال اترے گی تو ہاتھ نہ لگائیں صرف پانی بہا دیں۔

﴿۱۷﴾ میت کی ڈاڑھی، سر کے بالوں میں کنگھا کرنا یا ناخن تراشنا یا کسی جگہ کے بال صاف کرنا یا کترنا یا اکھاڑنا ناجائز و مکروہ تحریمی ہے۔ بلکہ حکم یہ ہے کہ اسی حالت پر دفن کر دیں اگر اتار لئے ہیں تو کفن میں رکھ دیں۔

﴿۱۸﴾ جو شخص میت کو غسل دے بعد میں اسے خود غسل کرنا مستحب ہے اگر نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔

﴿۱۹﴾ میت کے دونوں ہاتھ کروٹوں میں رکھیں سینے پر نہ رکھیں۔ ہاتھ سینے پر رکھنا کفار کا طریقہ ہے۔ (بہار شریعت، درمختار، عالمگیری)

﴿۲۰﴾ پانی نیم گرم ہو اور اس میں بیری کے پتے شامل کر لئے جائیں غسل دینے کے بعد میت کے جسم کو کسی رومال وغیرہ سے صاف کر لیں تا کہ کفن پانی سے تر نہ ہو۔ پھر میت کے سجدہ والے اعضا پر خوشبو لگائی جائے یعنی پیشانی ناک دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں، دونوں پاؤں پر، البتہ زعفران اور ورس کو بطور خوشبو استعمال نہ کیا جائے کیونکہ ان میں خوشبو کے ساتھ ساتھ رنگ بھی ہوتا ہے جو زیب و زینت پر دلالت کرتا ہے۔ میت کو زینت کی ضرورت نہیں اس وجہ سے کنگھی نہیں کی جاتی۔

کفن کے احکام و مسائل

میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔ کفن کے تین درجے ہیں ضرورت، کفایت اور سنت۔

سنت کفن

مرد کے لیے تین کپڑے سنت ہیں اور عورت کے لئے پانچ کپڑے سنت ہیں۔

کفایت کفن

مرد کے لئے دو کپڑے اور عورت کے لیے تین کپڑے ہیں۔

ضرورت کفن

دونوں کے لئے جتنا میسر آئے اور کم از کم اتنا ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو تم اپنے بھائی کو کفن دو تو اچھا کفن دو [1]۔

ہیا ابن عدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اپنے مردوں کو اچھا کفن پہناؤ کیونکہ وہ قبروں میں ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں" [2]۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میت کو بہت مہنگا کفن نہ پہناؤ کیونکہ وہ جلد ہی ضائع ہو جانے والی چیز ہے"۔ [3]

---

[1] صحیح مسلم۔ ۶۶۲/۱

[2] مرقاۃ بحوالہ بہار شریعت، حصہ چہارم۔ ۷۷/۱

[3] سنن ابی داود۔ ۵۳۳/۲

اب ان احادیث کا اتفاقی مضمون اس طرح ہوگا کہ کفن سفید ہو، صاف ستھرا ہو، مقدار کے مطابق ہو، بہت قیمتی نہ ہو۔ فقہا نے فرمایا ہے کہ مرد کو ایسا کفن پہنایا جائے جیسے کپڑے وہ جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں استعمال کرتا تھا اور عورت کو کفن دیا جائے جیسے وہ والدین کے گھر جاتے وقت استعمال کرتی تھی [1]۔

مرد کا کفن

مرد کا کفن تین کپڑے ہیں۔ ازار، قمیض اور لفافہ۔

ازار

اگر چہ کمر میں باندھنے والی چادر کو کہتے ہیں جیسے عام دیہاتوں میں شلوار کی جگہ چادر استعمال ہوتی ہے وہ ازار ہے۔ لیکن میت کے استعمال میں ہونے والی وہ چادر ہے جو انسان کے سر سے لے کر قدم تک ہو۔

قمیض

یہ گردن سے لے کر قدم تک ہوتی ہے۔ اس میں آستین اور اطراف میں عام قمیض کی طرح سلائی نہیں ہوتی۔

لفافہ

یہ وہ چادر ہے جو انسان سے بڑی ہوتی ہے یعنی پاؤں اور سر کی جانب سے تھوڑی تھوڑی زائد ہونی چاہئے تا کہ میت کو صحیح لپیٹا جا سکے اور اوپر نیچے سے باندھا جا سکے۔

عمامہ

یعنی پگڑی کا استعمال مکروہ ہے۔ اگر چہ متاخرین فقہا کرام نے علماء اشراف کے لئے پگڑی کا استعمال جائز قرار دیا ہے تاہم تین کپڑوں پر اکتفا کرنا بہتر ہے۔ لیکن علماء و

---

[1] شامی۔ مرقاۃ بحوالہ بہار شریعت، حصہ چہارم۔ ٦٧۔٧٧/١

مشائخ کو اگر پگڑی باندھ دی جائے تو کسی حد تک اس کا جواز ملتا ہے۔

مسئلہ

اگر میت نے وصیت کی ہو کہ مجھے صرف دو کپڑوں میں کفن دیا جائے تو اس کی وصیت پر عمل نہیں کیا جائے گا بلکہ سنت کے مطابق اسے تین کپڑوں میں ہی کفن دیا جائے گا۔ اگر اس نے وصیت کی ہو کہ مجھے چار کپڑوں میں کفن دیا جائے تو اس وصیت پر عمل کیا جائے گا اور اسے پگڑی باندھی جائے گی کیونکہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے واقد رضی اللہ عنہ کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا۔ تین چادریں ایک قمیض اور ایک پگڑی آپ کی ٹھوڑی کے نیچے کو گھما کر لپیٹی گئی [1]۔

عورت کا کفن

عورت کا کفن پانچ کپڑے ہیں۔ ازار، قمیض، لفافہ، خمار اور خرقہ۔

پہلے تین کپڑوں کی وضاحت مرد کے کفن میں ہو چکی ہے۔ عورت کے وہ تین کپڑے بھی اسی طرح ہوں گی۔

خمار

دوپٹہ جس کی مقدار تین ذراع (ڈیڑھ میٹر) جس کو سر اور چہرہ پر رکھا جائے گا۔ لپیٹا نہیں جائے گا۔

خرقہ

اس کو سینہ بند کہتے ہیں یہ سینے سے لے کر رانوں تک ہوگا جو لپیٹ دیا جائے گا۔

کفن پہنانے کا طریقہ

چارپائی پر پہلے بڑی چادر بچھائی جائے۔ پھر چھوٹی چادر (ازار) اس کے بعد قمیض

---

[1] شامی بحوالہ بہار شریعت، حصہ چہارم۔ ۷۶۔ ۷۷/۱

کو اس طرح رکھا جائے کہ نیچے والا حصہ چادر پر اور پر والا حصہ چارپائی کے سرہانے کی طرف کر دیا جائے پھر میت کو چارپائی پر لٹایا جائے۔ قمیض کو پھاڑ کر جو گلہ بنایا گیا تھا اس سے میت کے سر کو گزار دیا جائے۔ پھر قمیض کی ایک طرف جو سرہانے کی جانب تھی وہ میت کے سینے اور پیٹ وغیرہ پر کر دی جائے۔ پھر چھوٹی چادر (ازار) لپیٹ دیں۔ پھر لفافہ (بڑی چادر) کو لپیٹا جائے پہلے بائیں جانب سے لپیٹا جائے اور پھر دائیں جانب سے تاکہ کفن کی دائیں جانب لپیٹ میں اوپر رہے۔ کفن پر خوشبو لگائی جائے اور میت کو بھی مقام سجود پر خوشبو لگائی جائے۔

عورت کو تین کپڑے پہناتے وقت اسی طرح رکھے جائیں۔ البتہ قمیض پہنائی جائے تو اس کے اوپر عورت کے بال دو حصے کر کے ایک حصہ ایک طرف اور دوسرا حصہ دوسری طرف کر دیا جائے۔ پھر دوپٹہ بالوں کے اوپر کر دیا جائے۔ سینہ بند قمیض اور چھوٹی چادر کے اوپر کیا جائے اور بڑی چادر کے نیچے کیا جائے۔ اگر کفن کے کھلنے کا خطرہ ہو تو اسے گرہ لگا دی جائے، جیسے عام طور پر میت کے وسط میں کپڑے کو ایک دھاگے سے باندھ دیا جاتا ہے۔ مرد اور عورت کا کفن سفید ہونا چاہیے۔ تاہم عورت کا اگر رنگدار ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

کفن کے چند اہم مسائل

(۱) میت کے دونوں ہاتھ کروٹوں میں رکھیں سینے پر نہ رکھیں یہ کفار کا طریقہ ہے اور بعض جگہ ناف کے نیچے رکھتے ہیں جیسے نماز کے قیام میں یہ بھی نہ کریں۔

(۲) کفن کے کپڑوں کے علاوہ کفن میں تہبند یا رومال رکھنا بدعت و ممنوع ہے۔

(۳) سرمہ اور کنگھی اگر کسی ضرورت مند کو دے دیں تو کوئی حرج نہیں اور کفن میں رکھنا حرام ہے [1]۔

(۴) کسم یا زعفران کا رنگا ہوا کفن یا ریشم مرد کو ممنوع ہے اور عورت کے لئے جائز ہے۔

(۵) بعض ضرورت مند ورثہ کفن ضرورت پر قادر ہوتے ہیں یعنی کم از کم اتنا جس سے بدن ڈھک جائے مگر سنت کفن دینا انہیں میسر نہیں ہوتا وہ کفن مسنون کے لئے لوگوں سے سوال کرتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ سوال بلا ضرورت جائز نہیں اور یہاں

---

[1] فتاویٰ رضویہ بحوالہ بہار شریعت، حصہ چہارم

ضرورت نہیں۔ ہاں ومانگے مسلمان خود کفن مسنون پورا کر دیں تو انشاء اللہ پورا ثواب پائیں گے [1]۔

(۶) میت کو کفن اس کے جسم کو خشک کپڑے سے خشک کرنے کے بعد پہنایا جائے تا کہ کفن تر نہ ہو۔

(۷) اگر مردہ کا کفن چوری ہو جائے لاش ابھی تازہ ہے تو اسے پھر کفن دیا جائے۔

(۸) اگر عورت کی لاش ملے اور اس کے مسلمان ہونے کی اثرات معلوم ہوں تو اس کا مسلمانوں کی طرح کفن دفن ہوگا اگر غیر مسلموں کے اثرات پائیں جائیں تو ان کے حوالے کی جائے گی اور اگر پن نہ ہو سکے یہ مسلمان ہے یا کافر تو مسلمانوں کے علاقے سے ملے تو مسلمان تصور کی جائے گی۔

مردہ جنین کا کفن

کتابیہ (اہل کتاب) جو مسلمان کے نکاح میں ہے اس کا یا مسلمان مرد وعورت کا بچہ زندہ پیدا ہوا یعنی اکثر حصہ باہر آجانے کے وقت زندہ تھا پھر مر گیا تو اس کو غسل وکفن دیں گے اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے ورنہ ویسے ہی نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں گے۔ اس کا غسل وکفن سنت کے مطابق نہ ہوگا اور نماز بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ اکثر کی مقدار (ت ئش) یہ ہے کہ سر کی جانب سے ہو تو سینہ تک اکثر ہے اور پاؤں کی جانب سے ہو تو کمر تک ہے [2]۔

جو نابالغ حد شہوت کو کو گیا وہ بالغ کے حکم میں ہے یعنی بالغ کو کفن میں جتنے کپڑے دیئے جاتے ہیں اسے بھی دیئے جائیں اور اس سے چھوٹے لڑکے کو ایک کپڑا، چھوٹی لڑکی کو دو کپڑے دے سکتے ہیں۔ اور اگر لڑکے کو بھی دو کپڑے دیئے جائیں تو اچھا ہے۔ ل ہے کہ دونوں کو پورا کفن دیا جائے اگرچہ ایک دن کا بچہ ہو [3]۔

---

[1] فتاویٰ رضویہ بحوالہ بہار شریعت، حصہ چہارم

[2] ردالمختار بحوالہ سنی بہشتی زیور، بہار شریعت، حصہ چہارم

[3] ردالمختار بحوالہ بہار شریعت

نماز جنازہ کے احکام و مسائل

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے بستی میں سے کسی ایک نے بھی پڑھ لی تو سب بری الذمہ ہو گئے ورنہ جس جس کو خبر پہنچی تھی اور نہ پڑھی گنہگار ہوا۔ اس کی فرضیت کا جو انکار کرے وہ کافر ہے اور جماعت اس کے لئے شرط نہیں ہے ایک شخص بھی پڑھ لے فرض ادا ہو گیا۔

نماز جنازہ کے ارکان، واجبات، سنتیں اور مفسدات

(۱) نماز جنازہ کے دو فرض ہیں چار بار اللہ اکبر کہنا۔ قیام کرنا۔

(۲) تین چیزیں سنت مؤکدہ ہیں۔ اللہ عزوجل کی حمد وثنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنا اور میت کے لئے مغفرت کی دعا کرنا، بعض علما نے اسے واجب کہا ہے۔

(۳) جن چیزوں سے تمام نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں نماز جنازہ بھی ان سے فاسد ہو جاتی ہے۔

(۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان مر جائے پھر کھڑے ہو کر چالیس آدمی جو اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوں اس کے جنازے کی نماز پڑھ لیں تو اللہ عزوجل ضرور ان کی سفارش میت کے حق میں قبول فرمائے گا[1]۔

(۵) رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے جنازے کے ساتھ چلا اور نماز جنازہ پڑھنے اور دفن سے فارغ ہونے تک ساتھ رہا اس کو دو قیراط یعنی دو حصے ثواب ملے گا۔ ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوگا اور جو نماز جنازہ پڑھ کر دفن سے پہلے واپس ہو گیا تو اسے ایک قیراط ثواب ملے گا[2]۔

نماز جنازہ کی شرائط

نماز جنازہ میں دو طرح کی شرائط ہیں ایک جنازہ پڑھنے والے سے متعلق اور

---

[1] صحیح مسلم۔ ۱/۶۶۶

[2] صحیح بخاری۔ ۱/۵۷۵

دوسری میت سے متعلق۔ نماز جنازہ پڑھنے والے کے لحاظ سے شرائط تو وہی ہیں جو مطلق نماز کی ہیں۔ البتہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ جنازہ پڑھنے والے کو میت کا علم ہو جس شخص کو یہ خبر نہ ہوگی اس پر نماز جنازہ ضروری نہیں۔

میت سے تعلق رکھنے والی چند شرائط

(۱) میت کا مسلمان ہونا۔
(۲) میت کے بدن و کفن کا پاک ہونا۔
(۳) میت کا موجود ہونا (غائب کی نماز جنازہ نہیں ہو سکتی اور نجاشی کی نماز جنازہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پڑھائی وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خواص میں شامل کی گئی ہے۔ دوسروں کو ناجائز ہے)۔
(۴) میت کا زمین پر ہونا یا جس پر میت رکھی گئی ہو وہ زمین پر ہو۔
(۵) جنازہ نمازی یا امام کے سامنے قبلہ کی طرف ہو۔
(۶) میت کا وہ حصہ بدن جس کا چھپانا فرض ہے چھپا ہو۔
(۷) میت کا اکثر حصہ موجود ہو [۱]۔

جن لوگوں کی نماز جنازہ جائز نہیں

(۱) باغی جو بغاوت میں مارا جائے۔
(۲) ڈاکو جو ڈاکہ میں مارا گیا۔
(۳) وہ لوگ جو ناحق پاسداری سے لڑیں اور وہیں مر جائیں۔
(۴) جس نے کئی شخص گلا گھونٹ کر مار ڈالے ہوں۔
(۵) شہر میں رات کو ہتھیار لے کر لوٹ مار کریں اور اسی حالت میں مارے جائیں۔
(۶) والدین کا قاتل۔

---

[۱] ہمارا اسلام۔ بہار شریعت

⑦ جو کسی کا مال چھین رہا تھا اور اسی حالت میں مارا گیا۔

⑧ غیر مسلم کافر اور مرتد کی نماز جنازہ پڑھنا ممنوع ہے۔

⑨ جس شخص کے عقائد کفریہ حد تک پہنچ جائیں اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔

⑩ میت سے مراد وہ شخص ہے جو زندہ پیدا ہو کر مرا ہو۔ اگر مردہ پیدا ہوا ہو تو اس کی نماز جنازہ جائز نہیں۔

ان کے علاوہ ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے اگر چہ کیسا ہی گنہگار اور مرتکب کبائر ہو۔ یہاں تک کہ جس نے خودکشی کی حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے مگر اس کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اسی طرح بے نمازی کی بھی نماز پڑھنا ہم پر فرض ہے۔

جنازہ لے کر چلنے کا طریقہ

جنازے کو کندھا دینا عبادت ہے۔ ہر شخص کو چاہیے کہ عبادت میں کوتاہی نہ کرے۔ جنازے کو کندھا دینا سنت ہے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا۔ سنت یہ ہے کہ چار شخص جنازہ اٹھائیں ایک ایک بار ایک ایک شخص پکڑے۔ اگر صرف دو شخص بلاضرورت اٹھائیں ایک سرہانے اور ایک پائنتی کی جانب سے تو یہ مکروہ ہے۔ اگر ضرورت سے ہو تو حرج نہیں [1]۔

یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے اور ہر بار دس دس قدم چلے۔ طریقہ یہ ہے کہ پہلے داہنے سرہانے کو کندھا دے پھر داہنی پائنتی کو پھر بائیں سرہانے پھر بائیں پائنتی کو اور دس قدم چلے تو کل چالیس قدم ہوئے۔ حدیث پاک میں ہے جو چالیس قدم جنازہ لے کر چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ نیز جو جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھا دے اللہ عزوجل اس کی یقینی مغفرت فرمادے گا [2]۔

---

[1] عالمگیری۔ درمختار بحوالہ بہار شریعت، حصہ چہارم

[2] عالمگیری۔ درمختار بحوالہ بہار شریعت، حصہ چہارم

چند اہم مسائل

۱. جنازہ لے کر چلنے میں چارپائی کندھے پر رکھے۔ اسباب کی طرح گردن یا پیٹھ پر نہ لادے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

۲. جنازہ لے کر چلنے میں سرہانا آگے ہو۔

۳. جب جنازہ زمین پر رکھا جائے تو قبلہ کی طرف منہ ہو، یعنی اسی طرح رکھیں کہ داہنی کروٹ قبلہ کو ہو یعنی سر شمال کی جانب پاؤں جنوب کی طرف اور منہ قبلہ کی طرف۔

۴. عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا ناجائز و ممنوع ہے اور اگر نوحہ کرنے والی ساتھ ہو تو اسے سختی سے منع کیا جائے۔

۵. جنازہ معتدل تیزی سے لے جائیں مگر اتنی تیزی نہ ہو کہ میت کو جھٹکا لگے۔

۶. ساتھ چلنے والے جنازے سے پیچھے چلیں، دائیں بائیں نہ چلیں اگر کوئی آگے چلے تو اسے چاہیے کہ اتنی دور ہو کہ ساتھیوں میں شمار نہ کیا جاسکے۔

۷. جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے اور سواری پر ہو تو آگے چلنا مکروہ ہے اور آگے ہو تو جنازے سے دور رہے۔

۸. جنازے کے ساتھ خاموشی سے چلیں موت و احوال قبر کو پیش نظر رکھیں۔ دنیا کی باتیں نہ کریں اور نہ ہنسی مزاح کریں بلکہ ذکر و اذکار میں مشغول رہیں۔

۹. چھوٹا بچہ یا شیر خوار یا اس سے بڑا، اس کو اگر ایک شخص ہاتھ پر اٹھا کر چلے تو حرج نہیں اور یکے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں ورنہ چھوٹی چارپائی پر لے جائیں۔

۱۰. جو شخص جنازے کے ساتھ ہو اسے نماز پڑھے بغیر واپس نہ ہونا چاہیے اور نماز کے بعد ورثاء میت سے اجازت لے کر واپس آئے لیکن دفن کے بعد اجازت کی ضرورت نہیں۔

نماز جنازہ کا طریقہ

میت کے سینے کے سامنے میت کے قریب امام کھڑا ہو اور مقتدی کم از کم تین یا طاق تعداد میں صفیں بنالیں اب امام اور مقتدی نیت کریں (کہ نیت کی میں نے نماز جنازہ کی، مع چار تکبیروں کے، واسطے اللہ عزوجل کے، درود واسطے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اور دعا واسطے اس میت کے، منہ میرا کعبہ شریف کی طرف) امام امامت کی اور مقتدی اقتداء کی نیت کرے۔ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے حسب دستور باندھ لے اور ثناء پڑھے۔ دوسری تکبیر اللہ اکبر کہے اور درود پاک پڑھے پھر تیسری تکبیر اللہ اکبر کہے اپنے، میت اور تمام مسلمان مردوں، عورتوں کے لئے دعا مغفرت کرے پھر چوتھی تکبیر اللہ اکبر کہے اور بغیر کچھ پڑھے سلام پھیر دے۔

تکبیر اور سلام کو امام اونچی آواز سے کہے مقتدی آہستہ کہیں باقی تمام دعائیں آہستہ پڑھی جائیں گی۔ صرف پہلی تکبیر کہنے کے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں پھر ہاتھ نہ اٹھائیں۔ تکبیر یعنی اللہ اکبر زبان سے ادا کرے۔ اگر زبان سے ادا نہیں کرے گا تو نماز جنازہ ادا نہیں ہوگی۔

پہلی تکبیر (ثناء)

اللہ اکبر کہہ کہ یہ پڑھے:

﴿ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَ جَلَّ ثَنَآؤُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ ﴾ ○

(الٰہی (میں) تیری پاکی (کے ساتھ) اور تیری تعریف کے ساتھ (تجھے یاد کرتا ہوں) اور تیرا نام بابرکت ہے اور تیری شان بلند ہے اور تیری تعریف بڑی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں)۔

دوسری تکبیر (درود شریف)

پھر اللہ اکبر کہہ کر یہ پڑھے:

﴿ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَسَلَّمْتَ وَ بَارَکْتَ وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○ ﴾

(اے اللہ عزوجل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر رحمت نازل فرما جیسا کہ تو نے رحمت اور سلام اور برکت اور رحمت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر، بے شک تو ہی تعریف کیا گیا بزرگ و برتر ہے)۔

تیسری تکبیر (دعا)

پھر تیسری بار اللہ اکبر کہے اگر جنازہ بالغ کا ہے (مرد ہو یا عورت) تو مندرجہ ذیل دعاؤں میں سے کوئی بھی دعا یا جتنی آتی ہوں پڑھیں:

دعا نمبر ۱

﴿ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَآئِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَ ذَکَرِنَا وَ اُنْثٰنَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ ○ ﴾ [۱]

(الٰہی بخش دے ہمارے زندہ کو اور ہر مردہ کو اور ہر حاضر کو اور ہر غائب کو اور ہر چھوٹے کو اور ہر بڑے کو اور ہر مرد کو اور ہر عورت کو۔ الٰہی تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھے تو اس کو زندہ رکھ اسلام پر اور ہم میں سے جسے موت دے تو ایمان پر موت دے)۔

مزید یہ دعائیں یا ان میں سے کوئی ایک بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

---

[۱] مشکوٰۃ۔ ۱/۳۵۸

دعا نمبر ۲

﴿ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَرْحَمْہُ ھَا وَعَافِہٖ ھَا وَاعْفُ عَنْہُ ھَا وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ ھَا وَوَسِّعْ مَدْخَلَہٗ ھَا وَاغْسِلْہُ ھَا بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَ نَقِّہٖ ھَا مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَ اَبْدِلْہُ ھَا دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ ھَا وَاَھْلًا خَیْرًا مِّنْ اَھْلِہٖ ھَا وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِہٖ ھَا وَاَدْخِلْہُ ھَا الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ ھَا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ ۝ ﴾ [1]

(الٰہی بخش گناہ اس کے اور رحمت کر اس پر اور عافیت دے اس کو اور اس کے گناہ معاف کر اور اچھی کر مہمانی اس کی اور فراخ کر قبر اس کی اور دھو دے اس کے (گناہوں) کو پانی اور برف اور اولوں سے اور پاک کر دے اس کو گناہوں سے جیسے پاک کرتا ہے تو سفید کپڑے کو میل سے اور اسے اس کے دنیا کے گھر کے بدلے آخرت کا بہترین گھر عنایت کر اور اس کے گھر والوں سے بہتر گھر والے اور اس کی دنیا والی بیوی سے بہتر بیوی (حور) دے اور اس کو جنت میں داخل کر دے اور بچا لے اس کو قبر اور (جہنم کی) آگ کے عذاب سے)۔

دعا نمبر ۳

﴿ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَآئِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَ ذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ ھَا وَلَا

---

[1] صحیح مسلم۔ ۱/۶۷۴

تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ ھَا ﴾[1]

(الٰہی بخش دے ہمارے زندوں کو اور مردوں کو موجود اور غیر موجود کو، چھوٹوں اور بڑوں کو، مردوں اور عورتوں کو۔ الٰہی تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھے تو اس کو زندہ رکھ اسلام پر اور جس کو فوت کرے ہم سے اس کو ایمان پر فوت کرے۔ اے اللہ تو ہمیں اس (پر صبر کرنے) کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کی وفات کے بعد ہمیں فتنے میں نہ ڈال)۔

دعا نمبر ۴

﴿ اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ عَبْدُکَ وَ بْنُ اَمَتِکَ کَانَ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَ یَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَ رَسُوْلُکَ۔ اَصْبَحَ فَقِیْرًا اِلٰی رَحْمَتِکَ وَ اَصْبَحْتَ غَنِیًّا عَنْ عَذَابِہٖ تَخَلّٰی مِنَ الدُّنْیَا وَ اَھْلِھَا۔ اِنْ کَانَ زَاکِیًا فَزَکِّہٖ۔ وَ اِنْ کَانَ مُخْطِیًا فَاغْفِرْ لَہٗ، اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَہٗ ﴾[2]

(اے اللہ عزوجل! یہ تیرا بندہ اور تیری بندی کا بیٹا ہے۔ گواہی دیا کرتا تھا (زندگی میں) کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔ اور گواہی دیا کرتا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ (اب یہ) تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اس کو عذاب دینے سے بے نیاز ہے۔ (اب یہ) دنیا اور دنیا والوں سے الگ ہو کر تیری بارگاہ میں حاضر ہو چکا ہے۔ اگر یہ (گناہوں) سے پاک ہے تو اس کو اور زیادہ پاکیزہ بنا دے اور اگر یہ خطا کار گناہ گار ہے تو اس کی مغفرت

---

[1] سنن ابوداود۔ ۵۴۷/۱

[2] مستدرک حاکم۔ ۷۲۳/۱

فرما کر دے۔اے اللہ عزوجل تو ہمیں بھی اس کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کے بعد تو ہمیں گمراہ بھی نہ کر)۔

دعا نمبر ۵

﴿اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّھَا وَاَنْتَ خَلَقْتَھَا وَاَنْتَ ھَدَیْتَھَا اِلَی الْاِسْلَامِ وَ اَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَھَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّھَا وَعَلَانِیَتِھَا جِئْنَا شُفَعَآءَ فَاغْفِرْ لَہٗ ھَا﴾ [1]

(اے اللہ عزوجل تو ہی اس کا پروردگار ہے اور تو نے ہی اس کو پیدا کیا اور تو نے ہی اس کو اسلام لانے کی ہدایت دی اور (اب) تو نے ہی اس کی روح قبض کی ہے اور تو ہی اس کے ظاہر و باطن کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ہم تیرے ہی حکم سے اس میت کی سفارش کرنے کے لئے آئے ہیں تو اپنے فضل و کرم سے اس میت کو (بخش دے)۔

دعا نمبر ۶

﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِہٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَھْلُ الْوَفَآءِ وَالْحَقِّ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَرْحَمْہُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ [2]

(اے اللہ عزوجل فلاں بیٹا فلاں کا (یہاں میت اور اس کے باپ کا نام لے) تیری حفاظت اور تیری ہی پناہ کے سہارے پر ہے۔پس تو اس کو قبر کے فتنے سے اور جہنم کی آگ کے عذاب سے بچالے اور تو (اپنے وعدہ کو) پورا کرنے والا اور برحق ہے۔اے اللہ عزوجل تو اس (میت) کو بخش دے اور اس پر رحم فرما بے شک تو ہی مغفرت کرنے والا مہربان ہے)

---

[1] سنن ابی داؤد۔ ۵۴۷/۱

[2] سنن ابی داؤد۔ ۵۴۸/۱

نوٹ: واضح ہو کہ اس دعا میں فلاں بن فلاں کی جگہ میت کا اور میت کے باپ کا نام لینا چاہئے اور اگر میت کے باپ کا نام نہ آتا ہو یا یاد نہ ہو تو فلاں بن فلاں کی جگہ یہ الفاظ کہے:

مرد کے لیے کہے: اَللّٰھُمَّ ھٰذَا فِیْ ذِمَّتِكَ۔۔۔الخ

اور عورت کے لیے کہے: اَللّٰھُمَّ ھٰذِهٖ فِیْ ذِمَّتِكَ۔۔۔الخ

باقی دعاؤں میں اگر جنازہ عورت کا ہو تو عورت کے لیے "ہٖ" اور "ہٗ" کی جگہ "ھا" کہے۔

دعا نمبر ۷

﴿اَللّٰھُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ اَمَتِكَ اِحْتَاجَ اِلٰی رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ غَنِیٌّ عَنْ عَذَابِهٖ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِهٖ وَاِنْ كَانَ مَسِیْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ﴾ [1]

(اے اللہ عزوجل یہ تیرا بندہ اور تیری باندی (لونڈی) کا بیٹا ہے تیری رحمت کا محتاج ہے۔ اور تو اس کو عذاب دینے سے بے نیاز ہے اگر یہ نیک ہے تو اس کی نیکیوں میں اور اضافہ فرما اور اگر یہ خطا کار ہے تو اس کے (گناہوں) سے درگزر فرما)۔

دعا نمبر ۸

﴿اَللّٰھُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ كَانَ یَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِهٖ وَ اِنْ كَانَ مُسِیْئًا فَاغْفِرْ لَهٗ وَلَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ، لَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ﴾ [2]

---

[1] حصن حصین۔ ۲۵۱

[2] حصن حصین۔ ۲۵۲

(اے اللہ عزوجل یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے گواہی دیا کرتا تھا (اپنی زندگی میں) کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں۔ تو تو مجھ سے زیادہ اس (کے حال) کو جانتا ہے اگر یہ نیک ہے تو اس کی بھلائی میں اور زیادتی فرما اور اگر یہ خطا کار ہے تو اس کو معاف کر دے اور تو ہمیں بھی اس (کی موت پر صبر) کے اجر سے محروم نہ فرما اور تو اس کے مرنے کے بعد ہمیں فتنے میں نہ ڈال)۔

اگر میت نابالغ لڑکے کی ہو تو یہ دعا پڑھیں

﴿اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا﴾

(اے اللہ عزوجل اس کو ہمارے لئے آگے پہنچ کر سامان بنانے والا بنا دے اور اس کو ہمارے لئے اجر کا موجب اور وقت پر کام آنے والا بنا دے اور اس کو ہماری سفارش کرنے والا اور مقبول سفارش بنا)۔

اگر میت نابالغ لڑکی کی ہو تو یہ دعا پڑھیں

﴿اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ جْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً﴾

(اے اللہ عزوجل (اس لڑکی) کو ہمارے لیے آگے پہنچ کر سامان بنانے والی بنا دے اور اس کو ہمارے لئے اجر کا موجب اور وقت پر کام آنے والی بنا دے اور اس کو ہمارے لئے سفارش کرنے والی اور مقبول سفارش بنا)۔

چوتھی تکبیر (سلام)

﴿اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ﴾

اب چوتھی تکبیر اللہ اکبر کہہ کر دائیں بائیں سلام پھیر دیں اور دونوں ہاتھ چھوڑ دیں۔

جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار کون ہے؟

① نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق بادشاہ وقت کو ہے، پھر قاضی کو، پھر محلہ کے امام کو پھر ولی کو پہلا حق باپ کا ہے پھر بیٹے کا۔ ہاں اگر ولی دوسرے شخص کو اجازت دے دے تو جائز ہے۔ جیسے آج کل آئمہ مساجد ہی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں البتہ امام کو ولی میت سے اجازت لے لینی چاہئے۔

② اگر مرنے والا کسی خاص شخص کے بارے میں وصیت کر جائے کہ میری نماز جنازہ فلاں شخص پڑھائے تو یہ وصیت باطل ہے۔ البتہ اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ یہ شخص میت کے ولی سے اجازت لے لے اور نماز پڑھا دے تا کہ میت کی خواہش بھی پوری ہو جائے اور ولی کا حق بھی باطل نہ ہو۔

③ اگر عورت مر جائے تو شوہر اس کا ولی نہیں کیونکہ رشتہ نکاح منقطع ہو چکا ہے البتہ اجنبی لوگوں کی نسبت یہ زیادہ حق دار ہے کہ نماز جنازہ پڑھائے۔

④ اگر شوہر اور بیٹا دونوں ہوں تو بیٹا ولی ہے۔ مگر یہ مکروہ ہے کہ باپ کی موجودگی میں بیٹا نماز پڑھائے بلکہ اسے چاہئے کہ باپ سے عرض کرے کہ آپ نماز پڑھائیں۔

⑤ جب تک ولی نماز جنازہ نہ پڑھے تو جتنی مرتبہ بھی میت پر نماز جنازہ پڑھی جائے جائز ہے مگر ولی کے پڑھ لینے کے بعد پھر کسی کے لئے جائز نہیں کہ میت پر نماز جنازہ پڑھے اگر میت کوئی محترم شخصیت ہے جس پر کئی مرتبہ نماز جنازہ کا امکان

ہے یا وطن سے دور کہیں انتقال ہو گیا ہو تو وہاں دوست احباب نماز جنازہ پڑھ لیں اور ولی آخر میں نماز جنازہ ادا کرے۔

نماز جنازہ کے چند اہم مسائل

① اگر کوئی شخص اس وقت نماز میں شامل ہوا جبکہ امام بعض تکبیرات کہہ چکا تھا تو جو تکبیر اس کو امام کے ساتھ ملیں وہ کہہ لے اور باقی جنازہ اٹھنے سے پہلے ادا کرے۔

② اگر امام بھول کر تیسری تکبیر پر ہی سلام پھیر دے تو اسے چوتھی تکبیر کہہ لینی چاہئے اور سلام پھیر دے۔

③ تکبیر و سلام امام بلند آواز سے پڑھے گا باقی سب کچھ آہستہ آواز سے پڑھے گا۔

④ اگر کئی جنازے ایک ساتھ آ جائیں تو امام کو اختیار حاصل ہے کہ خواہ ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھے یا سب پر ایک دم پڑھے۔ جنازوں کو ایک لائن میں رکھ لیں اور اس صورت میں جو افضل ہو امام اس کو سامنے اور اپنے قریب رکھے خواہ ایک کے بعد دوسرا رکھیں۔

⑤ اگر میت غسل سے پہلے یا نماز جنازہ سے پہلے دفن کر دی گئی ہو تو جب تک اس کے پھٹ جانے کا یقین نہ ہو اس کی قبر پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ دنوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں بلکہ موسم اور زمین، میت کے جسم اور مرض کے اختلاف پر موقوف ہے مثلاً گرمی میں جسم جلد پھٹے گا سردی میں دیر سے۔ موٹا جسم لاغر سے جلدی پھٹے گا۔ تر یا شور زمین میں جلدی اور خشک وغیرہ میں دیر سے۔

⑥ اگر مرد کا جنازہ ہو تو امام سر کے بالمقابل کھڑا ہو۔ اگر عورت کا جنازہ ہو تو جنازے کے وسط میں کھڑا ہو۔

⑦ دفن کے لئے جب جنازہ قبرستان لایا جائے تو جب تک جنازے کو نیچے نہ رکھا جائے اس وقت تک کھڑا رہنا چاہئے۔

﴿۸﴾ نماز جنازہ مسجد میں مکروہ تحریمی ہے خواہ میت اور تمام لوگ مسجد میں ہوں یا میت مسجد سے باہر اور لوگ اندر ہوں یا میت مسجد میں اور امام اور مقتدی باہر ہوں۔ البتہ جو مسجد نماز جنازہ کے لئے بنائی گئی ہو اس میں نماز جنازہ مکروہ نہیں۔

﴿۹﴾ بارش یا مناسب عذر ہو تو مسجد میں نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں شرط یہ ہے کہ تلویث مسجد نہ ہو۔

﴿۱۰﴾ امام جنازہ میں بے وضو ہو گیا کسی کو اپنا خلیفہ کیا تو جائز ہے۔

﴿۱۱﴾ کنوئیں میں گر کر مر گیا مردہ کسی وجہ سے نکالا نہیں جا سکتا تو اسی جگہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور دریا میں ڈوب گیا اور نکالا نہیں جا سکا تو اس کی نماز جنازہ نہیں ہو سکتی کیونکہ میت کا نمازی کے سامنے ہونا معلوم نہیں۔

﴿۱۲﴾ شارع عام اور دوسرے کی زمین پر نماز جنازہ پڑھنا منع ہے جبکہ مالک زمین منع کرتا ہوں۔

﴿۱۳﴾ جمعہ کے دن کسی کا انتقال ہوا تو اگر جمعہ سے پہلے تجہیز و تکفین ہو سکے تو کر لیں اس خیال سے روک رکھنا کہ جمعہ کے بعد اجتماع زیادہ ہو گا مکروہ ہے۔

﴿۱۴﴾ نماز مغرب کے وقت جنازہ آیا تو فرض اور سنتیں ادا کر کے نماز جنازہ پڑھیں یونہی کسی اور فرض نماز کے وقت جنازہ آئے اور جماعت تیار ہو تو فرض و سنت پڑھ کر نماز جنازہ پڑھیں بشرطیکہ نماز جنازہ کی تاخیر میں جسم خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

معصوم بچے کی نماز جنازہ کے متعلق

مسلمان کا بچہ زندہ پیدا ہوا یعنی اکثر حصہ باہر ہونے کے وقت زندہ تھا پھر مر گیا تو اس کو غسل و کفن دیں گے اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ ورنہ ویسے ہی نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں گے۔ اس کے لئے غسل و کفن سنت طریقہ کے مطابق نہیں ہو گا اور نماز بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ اکثر کی مقدار یہ ہے کہ سر کی جانب سے ہو تو سینہ تک

اکثر ہے اگر پاؤں کی جانب سے ہوتو کمر تک اکثر ہے۔ بچہ کی ماں یا دائی نے زندہ پیدا ہونے کی شہادت دی تو نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ بچہ زندہ پیدا ہو یا مردہ اس کی خلقت مکمل ہو یا نامکمل اس کا نام رکھا جائے۔

شہید کی نماز جنازہ کے احکام

شریعت کی اصطلاح میں شہید سے مراد وہ شخص ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ اور رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اگر کسی کو باغیوں یا ڈاکوؤں نے مار ڈالا یا دشمنوں نے اسے پانی یا آگ میں ڈال دیا ہو یا اس کو دیوار سے پھینک دیا گیا ہو یا دیوار گرا دی گئی ہو یا اپنی یا کسی مسلمان بھائی کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کرتے ہوئے مرنے والا بھی شہید کہلاتا ہے۔

شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا البتہ کپڑوں پر اگر نجاست ہو تو اس کو دھو دیا جائے گا اس کو خون والے کپڑوں میں ہی غسل دے کر دفن کر دیا جائے گا اور ہتھیار وغیرہ اتار لئے جائیں گے۔ اگر وہ شخص حالت جنابت میں شہید ہوا تو اس کو غسل دیا جائے گا۔ اگر زخمی ہونے کے بعد کچھ عرصہ زندہ رہا، کھایا پیا دوائی استعمال کی، پھر فوت ہوا تو وہ مذکورہ بالا احکام میں داخل نہیں ہوگا۔

خنثیٰ کی نماز جنازہ

نوع انسانی کی دو بڑی صنفیں ہیں۔ مرد اور عورت۔ ایک تیسری قسم ہے جس کا وجود بہت کم ہے وہ ہے خنثیٰ۔ چونکہ انسانوں کی کثرت پہلی دو صفتوں پر مشتمل ہے یعنی مرد اور عورت۔ اس لئے زیادہ نام انہی کا آتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام تیسری صنف سے بات ہی نہیں کرتا۔ خنثیٰ کے اپنے احکام ہیں جن کو قانون اسلام میں الگ ذکر کیا گیا ہے۔

خنثیٰ کی تین قسمیں

① جس میں مردانہ علامات نمایاں ہوں مرد سمجھا جائے گا۔

② جس میں زنانہ علامات نمایاں ہوں عورت سمجھی جائے گی۔

③ خنثیٰ مشکل، جس میں مرد وزن میں سے کسی کی نمایاں علامات نہ پائی جائیں۔

اگر خنثیٰ بالغ ہے تو اس کی نماز جنازہ بالغ مسلمانوں کی طرح ادا ہوگی اور بالغ کی نماز کا ایک ہی طریقہ ہے مرد ہو یا عورت یا خنثیٰ کی۔

اگر خنثیٰ نابالغ مرد ہو تو نابالغ لڑکے کی طرح اگر نابالغ خنثیٰ مونث ہے تو نماز جنازہ نابالغ لڑکی کی طرح ادا ہوگی۔

باقی نابالغ خنثیٰ مشکل نہیں ہوتا۔ خنثیٰ مشکل بالغ ہونے پر علامات کی وجہ سے مشکل کہلاتا ہے۔

مرزائی کی نماز جنازہ

مرزائی کی نماز جنازہ پڑھنا اور پڑھانا ناجائز اور حرام ہے۔ کیونکہ یہ اس امت کے غدار اور مرتد ہیں جس نے جان بوجھ کر مرزائی کی نماز جنازہ پڑھی وہ توبہ کرے اور تجدید ایمان وتجدید نکاح کرے اور جس نے لاعلمی کی بنیاد پر پڑھی وہ صرف توبہ کرے۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره انهم کفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فسقون﴾ [1]

(اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بیشک وہ اللہ جل جلالہ اور اُس کے رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مرگئے)۔

---

[1] التوبہ: ۸۴

نماز جنازہ کے بعد دعا

قرآن کریم اور احادیث شریفہ و اجماع امت سے بالخصوص بلا کسی قید زمانی و مکانی تعداوی کے ثابت ہے کہ زندہ کی دعا مردہ مومنین کے لئے نفع مند اور مفید ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اور تمام ایمان والوں کا اس پر عمل رہا ہے اور یہ تسلیم شدہ دستور ہے۔

عقیدہ اہلسنت

اہل سنت کا اجماع ہے کہ اموات مسلمین کے لئے دعا بعد از نماز مباح بلکہ مستحب ہے۔ مستحب وہ شرعی حکم ہے جس کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہو اور ترک بھی فرمایا ہو اور بزرگان دین نے اسے پسند کیا ہو اور اس کے چھوڑنے کو ناپسند فرمایا ہو چونکہ اہل سنت دعا بعد از نماز جنازہ کے مباح و استحباب کے قائل ہیں اور اس کا مستحب ہونا کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجماع صحابہ اور اقوال فقہاء کرام سے بھی ثابت ہے۔

بعض لوگ خواہ مخواہ فرقہ واریت کو ہوا دینے کے لئے اہل اسلام کو نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے سے منع کرتے ہیں اور دعا مانگنے والوں پر بدعتی ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔ حالانکہ دعا مانگنے کا ثبوت قرآن و حدیث اور اقوال آئمہ میں موجود ہے۔

قرآن مجید میں دعا کا حکم

﴿ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ﴾ [1]

(قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی دعا کو جب مجھ سے دعا مانگے)۔

یہ آیت کریمہ اپنے اس مفہوم میں واضح ہے کہ رات دن کے تمام اوقات میں

---

[1] البقرہ:۱۸۶

اللہ عزوجل سے جس وقت اور جب دعا مانگی جائے وہ اپنے فضل و کرم سے اپنی حکمت کے مطابق ضرور قبول کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ نماز جنازہ کے بعد کا وقت بھی اس میں شامل ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل جائز ہی کو قبول فرماتا ہے۔

اللہ کی بارگاہ میں دعا نہ مانگنے پر وعید

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وقال ربکم ادعونی استجب لکمؕ ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین﴾ [1]

(اور کہا پروردگار تمہارے نے دعا کر مجھ سے قبول کروں گا واسطے تمہارے تحقیق وہ لوگ کہ تکبر کرتے ہیں عبادت میری (مجھ سے دعا مانگنے) سے شتاب داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہو کر (ترجمہ شاہ رفیع الدین)

اس آیت میں عبادت دعا کے معنی میں ہے جس کے کچھ دلائل یہ ہیں۔

(۱) اس آیت کے شروع میں دعا مانگنے کا حکم دیا گیا اور اس کے آخر میں عبادت سے اکڑنے والوں کی سزا بیان ہوئی۔ ظاہر ہے کہ جو قانون بیان کیا گیا ہے سزا بھی اسی قانون کی خلاف ورزی کی بیان کی گئی ہے۔ پس اس آیت کا سیاق و سباق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں جس چیز کو عبادت کہا گیا ہے وہ دعا ہے۔

(۲) حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دعا عبادت ہے پھر اس کے ثبوت میں آپ نے یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

(۳) مشہور دیوبندی عالم دین مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ بندگی کی شرط ہے دعا مانگنا نہ مانگنا غرور ہے [2]۔

---

[1] المومن: ۶۰

[2] تفسیر عثمانی۔ 416 مطبوعہ لاہور

﴿والذین جاؤ من بعد هم یقولون ربنا اغفرلنا و لاخواننا الذین سبقونا بالایمان﴾ [1]

(اور وہ لوگ (بھی قابل تعریف ہیں) جو ان کے بعد آویں گے (جو دعا میں) کہتے ہوں گے اے ہمارے پروردگار ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایماندار گزرے ہیں) [2]۔

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے ان صاف دل زندہ اہل ایمان کی تعریف کی ہے جو اپنے فوت شدہ مسلمان بھائیوں کے لئے دعا مانگتے ہیں۔ اللہ عزوجل کا ان کے اس عمل پر تعریف کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ زندہ مسلمانوں کی دعا سے فوت شدہ مسلمان کو فائدہ پہنچتا ہے۔

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دعا مانگنے کا ثبوت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿الدعا مخ العبادہ﴾ [3]

(دعا عبادت کا مغز ہے)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

﴿لیس شئ اکرم علی اللہ من الدعا﴾ [4]

(اللہ عزوجل کے نزدیک دعا سے افضل کوئی چیز نہیں)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

---

[1] الحشر: ١٠

[2] ترجمہ مولانا ثناء اللہ امرتسری

[3] جامع ترمذی۔ ٢/٥٦٤

[4] جامع ترمذی۔ ٢/٥٦٤

﴿قال رسول اللہ ﷺ اذا صلیتم علی المیت فاخلصوله الدعاء﴾[1]

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس وقت تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو اس کے لئے خالص دعا کرو)۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

﴿قال قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات﴾[2]

(عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد)

دعا مانگنے کا طریقہ

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے۔ ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھ کر دعا مانگی ''اللھم اغفرلی وارحمنی'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے نمازی! تو نے جلدی کی جب نماز پڑھ چکو تو بیٹھ جایا کرو اللہ عزوجل کے شایان شان اس کی حمد وثنا کرو، مجھ پر درود شریف بھیجو اور پھر دعا مانگو۔ راوی فرماتے ہیں پھر ایک اور آدمی نے نماز پڑھی اللہ عزوجل کی حمد وثنا کی نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا اور آپ ﷺ نے فرمایا اے نمازی رب سے دعا مانگ قبول ہوگی[3]۔

حضور ﷺ اور دعا بعد نماز جنازہ

نبی کریم ﷺ ایک جنازہ پڑھا چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ ایک جماعت بھی تھی دوبارہ جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

---

[1] سنن ابی داؤد: ۲/۵۴۷، سنن ابن ماجہ: ۱/۴۲۸

[2] جامع ترمذی: ۲/۶۱۹

[3] جامع سنن ترمذی: ۲/۶۱۱

﴿الصلوه علی الجنازه لا تعاد ولکن ادع للمیت واستغفر له﴾ [1]
(یعنی جنازہ پر دوبارہ نماز نہیں پڑھی جاتی مگر اس میت کے لئے دعا کرو اور استغفار کرلو)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دعا بعد نماز جنازہ

حضرت مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھی اور چوتھی تکبیر کے بعد چلے حتیٰ کہ میت کے پاس آئے۔

﴿ثم مشی حتی اتاه و قال اللهم عبدك و ابن عبدك فاغفر له ذنبه، ووسع مدخله﴾ [2]
(پھر چلے حتیٰ کہ اس میت کے پاس آئے اور کہا اے اللہ عزوجل یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے اس کے گناہ معاف فرما اور اس کی قبر کشادہ فرما)۔

یہ دعا سلام پھیرنے کے بعد آپ نے فرمائی کیونکہ یہاں ''ثم مشیٰ'' کے الفاظ موجود ہیں یعنی جنازہ پڑھا کر میت کی طرف چلے اور نماز جنازہ میں تو نہیں چلا جاتا۔ معلوا ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا خلفائے راشدین کی سنت ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور دعا بعد نماز جنازہ

امام شمس الائمہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک جنازے پر بعد نماز پہنچے تو فرمایا:

﴿ان سبقتمونی بالصلوة علیه فلا تسبقونی بالدعاء له﴾ [3]
یعنی مجھے بھی دعا میں شریک ہو لینے دو ثابت ہوا کہ بعد نماز جنازہ دعا مانگنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا محبوب و پسندیدہ عمل تھا۔

---

[1] بدائع صنائع: ۳۱۱/۱ مطبوعہ مصر

[2] المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز

[3] المبسوط: ۶۷/۲

غائبانہ نماز جنازہ

ہمارے دور میں غائبانہ نمازہ جنازہ کارواج ہوگیا ہے لیکن فقہ حنفی کی رو سے غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں اور حضرت نعمان بن ثابت امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہی ہے۔ اگرچہ یہ مسئلہ فروعی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ سیدنا امام اعظم کا موقف دلائل شرعیہ کی روشنی میں بہت ہی مضبوط و مستحکم ہے اس مسئلہ کے دلائل یہ ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنازہ مسلمین میں شرکت کا اس درجہ خیال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہدایت فرمادی تھی کہ جب بھی کسی مسلمان کا انتقال ہو تو مجھے ہر حال میں اطلاع دی جائے۔ آپ نے فرمایا مسلمان میت پر میرا نماز پڑھنا رحمت و برکت ہے۔ میں ان کی قبروں کو نماز جنازہ پڑھ کر روشن و منور فرمادیتا ہوں [1]۔

مگر بایں کمال اہتمام ہم دیکھتے ہیں کہ زمانہ نبوت میں صدہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ شریف کے علاوہ دیگر مقامات پر انتقال فرماگئے مگر کسی صریح و صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہو۔

حتیٰ کہ بئیر معونہ کے واقعہ میں ستر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفار نے دھوکے سے شہید کردیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی شہادت کا اس قدر شدید صدمہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے ایک ماہ خاص نماز کے اندر ان کفار کے لئے دعائے ضرر فرمائی اور لعنت فرمائی مگر ان تمام وجوہ کے باوجود یہ ثابت نہیں کہ آپ نے ان ستر صحابہ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا عذر بالقصد ان تمام صحابہ کا غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھنا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ غائب کا جنازہ پڑھنا امر شرعی و مشروع نہ تھا۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

[1] سنن ابن ماجہ۔ ۴۳۵/۱

کسی صریح وصحیح حدیث میں غائبانہ نماز جنازہ کا حکم بھی نہیں دیا۔

غائبانہ نماز جنازہ کے جواز کے دلائل اور ان کا رد

غائبانہ نماز جنازہ کے جواز کے لئے تین واقعات سے استدلال کیا جاتا ہے۔

پہلی دلیل اور اس کا رد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت نجاشی کا نماز جنازہ پڑھایا حالانکہ ان کی وفات حبشہ میں ہوئی [1]۔

اس استدلال کے متعدد جواب ہیں۔

صحیح ابن ابواعوانہ میں ہے کہ نجاشی کا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ظاہر کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا جنازہ حاضر پر تھا غائب پر نہیں [2]۔

اسی طرح البحر الرائق میں ہے کہ حضرت نجاشی کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو نماز جنازہ پڑھائی ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ نماز جنازہ غائبانہ نہ تھی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اس کی میت ظاہر کر دی گئی تھی۔ اگر میت سامنے حاضر ہو اور مقتدیوں کو نظر نہ آئے تو جواز میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوتا۔

صلوٰۃ کا معنی دعائے مغفرت بھی ہے اس لئے ممکن ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی کے لئے دعا مغفرت کی۔

اس کے علاوہ علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہل اسلام میں خلق کثیر کی وفات ہوئی مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نجاشی کی جو نماز جنازہ غائبانہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا فرمائی اس میں تین اختلافی اقوال ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس کی روشنی میں ہر غائب کی نماز جنازہ ہے۔

اصحاب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت نجاشی کا جنازہ

---

[1] صحیح بخاری۔ ۱/۵۷۶

[2] عینی شرح بخاری وفتح الباری: ۴/۲۵

آپ کی خصوصیت ہے اس لئے دوسروں کے لئے جائز نہیں اور خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نجاشی کا جنازہ آپ کے سامنے ظاہر کیا گیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاضر میت کے طور پر نماز جنازہ پڑھی ہو۔ اس صورت میں صحابہ کے نہ دیکھنے کا عذر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ نماز جنازہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع تھے۔ لہٰذا امام کا دیکھنا کافی تھا اگرچہ انہوں نے نہ دیکھا ہو اور چونکہ کسی کے لئے اتنی مسافت سے مشاہدہ نہیں ہو سکتا لہٰذا وہ غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتا۔ اس کے علاوہ دوسرے غائب لوگوں کے لئے نماز جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول نہیں۔

دوسری دلیل اور اس کا رد

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے والوں کی دوسری دلیل یہ ہے کہ معاویہ مزنی کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ تبوک میں پڑھی۔ لیکن ان کی یہ دلیل بھی صحیح نہیں کیونکہ ائمہ حدیث، عقیلی، ابن حبان، بیہقی، ابوعمر ابن عبدالبر، ابن الجوزی، علامہ ذہبی اور نووی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

یہ حدیث متعدد طریقوں سے مروی ہے اور ائمہ حدیث نے اس کے راویوں کو مجہول، کذاب، ضعیف، منکر الحدیث اور متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ علامہ عبدالبر نے فرمایا کہ اس روایت کی تمام اسناد ضعیف ہیں اور احکام کے بارے میں حجت نہیں [1]۔

تیسری دلیل اور اس کا رد

تیسری دلیل غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے والوں کی یہ ہے کہ جنگ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے شہید ہوئے ہیں۔ یہ تینوں اسلامی فوج کے کمانڈر تھے۔ پہلے زید بن حارثہ، پھر حضرت جعفر بن طیار اور پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام کو فتح ہوئی۔ بہر حال ان کی دلیل یہ ہے کہ جنگ موتہ کے شہداء کے قائدین کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ مدینہ طیبہ میں ادا فرمائی لیکن ان کی یہ دلیل بھی درست نہیں اس لیے کہ یہ حدیث دو طریقوں سے ثابت ہے اور دونوں طریقوں سے مرسل ہے

---

[1] اصابہ، میزان، استعیاب

اور دوسری وجہ یہ کہ اس کے راوی واقدی ہیں اور امام ذہبی نے بیان کیا ہے کہ واقدی کے متروک (سند میں اعتبار نہ کرنا) ہونے میں اجماع ہے۔ اس حدیث میں صلوٰۃ صرف دعائے مغفرت کے معانی میں ہے جیسا کہ اس حدیث کے قرائن سے واضح ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ میں ابن تیمیہ کا قول

ابن تیمیہ کے نزدیک مسئلہ صحیح اس طرح ہے کہ اگر کسی غائب کی کفار کے علاقہ میں وفات ہوئی اور وہاں اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو تو ایسے شخص کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی جائے گی۔ لیکن جس کی وفات ایسی جگہ ہوئی جہاں اس پر نماز جنازہ پڑھی گئی ہو تو ایسے شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ وہاں کے لوگوں کی اس پر نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ سے فرض ساقط ہو گیا ہے [1]۔

مسلک اہل حدیث کے نامور مولانا عبدالقادر روپڑی کا فتویٰ

روپڑی صاحب نے اپنے فتویٰ میں لکھا ہے:

جنازہ غائبانہ کی بابت بہت اختلاف ہے حنفیہ وغیرہ کے علاوہ کئی اہل حدیث بھی اس کے قائل نہیں۔ نجاشی کی حدیث کی بابت کہتے ہیں کہ وہ غیر ملک میں فوت ہوا اس کے والی وارث کافر تھے۔ ظاہر یہی ہے کہ وہاں اس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں پڑھا۔ خطابی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور محقق عقیلی نے اسی کو اختیار کیا۔ وریانی نے بھی اسی کو پسند کیا اور ابوداؤد نے اس پر باب باندھا۔ غرضیکہ جنازہ غائب کی بابت اس قسم کے اختلاف میں میری کسی طرح تسلی نہیں۔ اس لئے میں خود جنازہ غائب نہیں پڑھا کرتا [2]۔

اہم وضاحت

بریلوی اور دیوبندی دونوں حنفی ہیں حنفی مسلک کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ کا کوئی وجود نہیں اور اہل حدیث غیر مقلد معتبر علماء کے فتاویٰ سے بھی ظاہر ہے کہ وہ بھی اس کے جواز کے قائل نہیں۔

---

[1] زادالمعاد ابن قیم ۱۴۵

[2] تنظیم اہل حدیث ۱۱ جون ۱۹۵۶

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا

نماز جنازہ صورتاً نماز ہے مثلاً اس کے لیے وضو کرنا ہوتا ہے۔ تکبیر تحریمہ کہہ کر نیت باندھنی ہوتی ہے۔ استقبال قبلہ اور ستر عورت شرط ہے۔ مگر حقیقت میں یہ نماز نہیں پہلی مردہ کے لیے دعا اور استغفار ہے۔

علامہ ابن قیم حنبلی فرماتے ہیں:

﴿ ومقصود الصلوة على الجنازة هو الدعاء للميت ﴾ [1]

(نماز جنازہ کا مقصد مردہ کے لیے دعا کرنا ہوتا ہے)۔

چونکہ نماز جنازہ اپنی اصلی حقیقت کے اعتبار سے دعا ہے نماز نہیں اس لیے نماز کی طرح اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے یہ نماز عام نمازوں کی طرح نہیں ہے۔

عام نماز اور نماز جنازہ میں فرق

عام نماز	نماز جنازہ
١۔ رکوع سجدہ، جلسہ قعدہ اور تشہد ہے۔	١۔ نماز جنازہ میں یہ سب کچھ نہیں۔
٢۔ ہر فرض نماز کا وقت مقرر ہے۔	٢۔ نماز جنازہ کا کوئی وقت مقرر نہیں۔
٣۔ ہر نماز ہر مکلف پر لازم ہے۔	٣۔ مگر یہ ہر ایک پر فرض نہیں ہے۔
٤۔ ہر نماز فرض عین ہے۔	٤۔ مگر یہ فرض کفایہ ہے۔ بعض کے ادا کرنے سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔
٥۔ عام نماز میں فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور قرأت کرنا فرض ہے۔	٥۔ مگر نماز جنازہ میں نہ فاتحہ واجب ہے نہ قرأت فرض ہے۔
٦۔ عام نمازوں میں میت سامنے ہو تو نماز نہیں ہوتی۔	٦۔ نماز جنازہ میں میت سامنے ہوتی ہے۔

---

[1] زاد المعاد: ١/ ١٤١

معلوم ہوا کہ احناف کے نزدیک نماز جنازہ دراصل ایک دعائے مغفرت ہے عمومی مفہوم اور عرف شرع میں نماز نہیں۔ محض میت یا دوسروں کے لئے دعائے مغفرت ہے گو اس پر بھی فارسی اور اردو میں نماز کا لفظ بولا جاتا ہے محض جزوی مشابہت کی بنا پر اگر بطور قرأت فاتحہ پڑھی جائے تو جائز نہیں اور اگر بطور دعا پڑھی جائے تو احناف کے نزدیک بالکل جائز بلکہ شرعی طریقہ ہے۔ احناف نے پرزور دلائل سے فاتحہ بطور قرأت مخالفت کی ہے بطور دعا کے مخالفت نہیں کی۔

لیکن اگر یہ کہا جائے کہ بعض روایات میں فاتحہ پڑھنے کا ذکر آیا ہے جیسے ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرأ علی الجنازة بفاتحة الکتاب﴾ [1]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنازہ پر فاتحہ پڑھی تھی)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

① یہ حدیث مجمل ہے اس میں یہ وضاحت نہیں کہ فاتحہ نماز جنازہ کے اندر پڑھی تھی یا پہلے یا بعد میں، نزاع نماز جنازہ کے اندر فاتحہ پڑھنے کا تھا۔ دعویٰ خاص تھا اور دلیل عام ہے جو درست نہیں۔

② امام بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ ایسی چیز کی تلاش میں رہتے تھے۔

③ امام بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز جنازہ کے بارے میں جو نقل کیا وہ ملاحظہ فرمائیں۔

﴿لیس فیها رکوع ولا سجود ولا یتکلم فیها وفیها تکبیر و تسلیم﴾ [2]

(اس میں نہ رکوع ہے اور نہ سجدہ نہ بات چیت کی جا سکتی ہے۔ اور اللہ اکبر کہنا (تکبیرات کا کہنا) اور سلام پھیرنا ہے)۔

④ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز

---

[1] سنن ترمذی، سنن ابی داؤد، ابن ماجہ

[2] صحیح بخاری: ۱/ ۵۳۹

جنازہ کی صورت نقل فرمائی ہے۔ اس میں عمومی دعائے مغفرت کا ذکر ہے فاتحہ کا ذکر نہیں۔[1]

⑤ جن روایتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ذکر آیا ہے وہ سنداً ضعیف ہیں۔
علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

﴿ویذکر عن النبی ﷺ انه امر ان یقرا علی الجنازۃ بفاتحة الکتاب ولا یصح اسنادہ﴾[2]

(اور ذکر کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اس کی سند صحیح نہیں ہے)۔

⑥ بڑی وجہ سورہ فاتحہ کے نہ پڑھنے کی یہ بھی ہے کہ اس نماز میں قرأت نہیں ہے۔
مدونہ کبریٰ میں ہے کہ:
میں نے ابن القاسم سے سوال کیا کہ امام مالک کے نزدیک مردہ پر کیا پڑھا جائے؟ فرمایا میت کے لیے "دعا"۔ میں نے عرض کیا کہ کیا امام مالک کے قول میں نماز جنازہ میں قرأت ہے؟ فرمایا "نہیں"[3]۔

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے دلائل کا تجزیہ

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حمد وثنا، درود شریف اور میت کی دعا باآواز بلند پڑھی جائے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں، ان میں سے کسی چیز کو باآواز بلند نہ پڑھا جائے بلکہ آہستہ آہستہ پڑھیں۔ پھر میں نے پوچھا کیا امام اور اس کے پیچھے مقتدی قرآن مجید پڑھیں؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا امام قرأت کرے اور نہ مقتدی اس کی اقتدا میں قرأت کریں[4]۔

اس روایت سے احناف کے نزدیک نماز جنازہ میں امام اور مقتدی دونوں کے لئے

---

[1] مستدرک حاکم: ۱/ ۳۵

[2] زاد المعاد: ۱/ ۱۴۱

[3] مدونہ کبریٰ: ۱/ ۱۵۷

[4] المبسوط ۳۲۳۔ ۱/۳۲۴، از امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

قرأت نہیں۔

نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے پر علامہ شیرازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو دلیل پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ باقی فرض نمازوں میں قرأت فرض ہے اور نماز جنازہ بھی فرض نماز ہے اس لئے اس میں بھی قرأت فرض ہے [1]۔

لیکن یہ دلیل صحیح نہیں اس لئے کہ نماز جنازہ دیگر فرض نمازوں سے اپنے ارکان کے اعتبار سے مختلف ہے مثلاً باقی نمازوں میں رکوع، سجود بھی فرض ہیں جبکہ نماز جنازہ میں رکوع، سجود فرض نہیں ہیں۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی اور کہا میں نے یہ سورت اس لئے پڑھی ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب صحابی کسی مسئلہ میں کہیں یہ سنت ہے تو مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ حدیث مرفوع ہوتی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس مسئلہ میں دیگر دلائل سے بے پرواہ کر دیتی ہے [2]۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دلیل صحیح نہیں کیونکہ جس خبر واحد میں کسی مسئلہ کے مسنون ہونے کی تصریح ہو اس خبر واحد سے اس مسئلہ کی فرضیت پر استدلال کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ یہ امر بھی قطعی نہیں کہ اس سے مراد سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے یا سنت صحابہ۔ اور چونکہ دیگر دلائل سے نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت ثابت ہے اس لئے یہ حدیث اس بات پر محمول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو تکبیر اولیٰ کے بعد بطور ثناء پڑھا تھا کیونکہ سورۃ فاتحہ میں اللہ عزوجل کی حمد وثناء اور اس سے دعا کا مفہوم ہے اور پہلی تکبیر کے بعد نماز جنازہ میں اللہ عزوجل کی حمد وثناء کی جاتی ہے اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسی اعتبار سے سورۃ فاتحہ پڑھی۔ اس حدیث کے علاوہ نماز جنازہ میں

---

[1] المہذب مع المجموع ۲۳۲/۵ از ابو اسحاق شیرازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

[2] شرح المہذب ۲۳۲/۵ علامہ یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ

قرآن مجید پڑھنے کے سلسلے میں جتنی روایات ہیں وہ سب ضعیف ہیں [1]۔

حضرات صحابہ کرام اور نماز جنازہ کا طریقہ

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کثیر صحابہ نے نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا ہے۔ اسی سبب سے نماز جنازہ میں قرآن مجید کی کسی آیت کو بطور تلاوت قرآن پڑھنا جائز نہیں البتہ نماز جنازہ میں قرآن مجید کی کسی آیت کو ثناء یا دعا کے طور پر پڑھا جا سکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور نماز جنازہ

حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم نماز جنازہ پڑھتے تو پہلے اللہ عزوجل کی حمد کرتے پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتے پھر دعا کرتے (اللھم اغفر لاحیاتنا وامواتنا) [2]

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا طریقہ نماز جنازہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں کسی چیز کے پڑھنے کو معین نہیں کیا [3]۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں قرآن مجید نہیں پڑھتے تھے۔

---

[1] شرح صحیح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی ۲/ ۷۹۸

[2] المصنف ۲۹۵/ ۳ حافظ ابوبکر بن شیبہ

[3] المصنف ۲۹۴/ ۳

مسجد میں نماز جنازہ

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا خلاف سنت، مکروہ اور باعث نقصان ثواب ہے۔ اگر مسجد میں پڑھی گئی تو کراہت کے ساتھ فرض ادا ہو جائے گا۔ البتہ اگر کوئی سخت عذر اور مجبوری کی صورت ہو تو وہ اس حکم کراہت سے مستثنیٰ ہے۔

عذر بارش وغیرہ کا ہونا یا مسجد کے علاوہ جنازہ پڑھنے کی جگہ کا نہ ہونا۔ لیکن اس میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے۔

1. میت کی حالت اگر غیر ہو تو اسے مسجد میں نہ رکھا جائے۔ مثلاً جسم سے خون، پیپ یا پانی وغیرہ نکل رہا ہو۔
2. لاش کو کئی دن گزر چکے ہوں اور لاش سے تعفن و بدبو آ رہی ہو تو میت کو مسجد میں نہ لائیں۔

مسلمان قابل احترام ہے زندہ یا مردہ۔ عذر کے باعث اس کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی جا سکتی ہے۔ ہاں اگر اس کا جسم صاف نہ ہو تو مسجد میں اس کا لانا جائز نہیں۔ خواہ وہ زندہ ہو جیسے جنبی، حیض اور نفاس والی عورت یا وہ میت جس کے جسم سے کچھ نکلتا ہو اس سے تلویث مسجد ہوتی ہے۔

مسجد میں نماز جنازہ کا معمول

جس طرح اوپر کی سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں صرف مجبوری کی بنیاد پر ہے۔ اسے معمول نہ بنایا جائے۔ امام بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہم کے دادا استاد امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں:

﴿قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شئ لہ﴾

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کچھ ثواب نہیں ہے)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

﴿قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شی لہ قال و کان اصحاب رسول اللہ ﷺ اذا تضایق بھم المکان رجعوولم یصلوا﴾ [1]

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی تو اس کے لیے کچھ ثواب نہیں۔ فرمایا کہ صحابہ کرام جب جنازہ گاہ میں جگہ کی تنگی محسوس کرتے تو واپس لوٹ جاتے اور نماز جنازہ نہ پڑھتے)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

﴿قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شی﴾ [2]

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نماز جنازہ مسجد میں پڑھی اس کے لیے کچھ بھی (اجر و ثواب) نہیں۔)

شیخ شمس الدین ابن قیم کا فتویٰ

شیخ ابن تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

صحابہ کرام وفات پانے والے اپنے عزیز کی تجہیز و تکفین کے بعد اسے چارپائی پر اٹھا کر حضور اقدس ﷺ کے سامنے پیش کرتے تو آپ ﷺ مسجد سے باہر ان کی نماز جنازہ پڑھاتے اور آپکی سنت مسترہ یا دائمی معمول مسجد میں جنازہ پڑھنے کا نہ تھا بلکہ آپ ﷺ نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھا کرتے تھے ہاں کبھی کبھار میت کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھ لیتے تھے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے سہیل اور ان کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تھی جیسا کہ مسلم میں بروایت عائشہ مروی ہے اور مسجد میں جنازہ پڑھنے کا کوئی واقعہ تمام عمر اقدس میں اس ایک واقعہ کے سوا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ مسجد میں جنازہ پڑھنا حضور اقدس ﷺ کی سنت اور طریقہ نہیں تھا [3]۔

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/ ۳۶۴

[2] سنن ابی داؤد: ۲/ ۵۴۳

[3] زاد المعاد بھامش الزرقانی علی المواھب: ۲/ ۶۴

کیا بلند آواز سے جنازہ پڑھنا سنت ہے؟

سنت یہی ہے کہ نماز جنازہ آہستہ اور خفیہ آواز سے پڑھی جائے۔ لہٰذا بلند آواز سے جنازہ پڑھنے کا معمول خلاف سنت ہے۔ چند احادیث بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:

غیر مقلدین اہلحدیث کے مایہ ناز امام، محدث، ناقد اور فقیہ، ابو محمد علی بن، احمد بن سعید بن حزم الظاہری لکھتے ہیں:

﴿عن الضحاك بن قيس قال الضحاك وابو امامة: السنة فی الصلوة علی الجنازة ان يقرأ فی التكبير مخافتة، ثم يكبر، والتسليم، عند الآخرة﴾ [1]

(ضحاک بن قیس صحابیؓ سے روایت کیا گیا کہ ضحاک بن قیس اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ تکبیر کہنے کے بعد آہستہ خفیہ آواز سے پڑھے یوں باقی تکبیریں کہے (ان میں بھی اسی طرح پڑھے) آخری تکبیر کے ساتھ ہی سلام پھیر دے۔)

امام نسائی نے اس حدیث کو "قتیبہ" کی روایت سے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس میں بھی مخافتة کے الفاظ موجود ہیں جن کے معانی آہستہ وخفیہ آواز سے پڑھنے کے ہیں [2]۔

اہل حدیث کے ماضی قریب کے بڑے محدث شیخ ناصر الدین البانی نے اس حدیث کے بارے میں کہا "صحیحٌ" یہ حدیث صحیح ہے [3]۔

---

[1] المحلی بالآثار، کتاب الجنائز: ۳/ ۵۲

[2] سنن نسائی: ۱/ ۶۱۵

[3] صحیح سنن النسائی: البانی، کتاب الجنائز، باب الدعا: ۲۲۸

حضرت امام محمد بن ادریس الشافعی رضی اللہ عنہ نے مطرف بن مازن سے بطریق معمر عن الزہری حضرت ابوامامہ بن سہیل سے روایت کیا انہوں نے ایک صحابی سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

﴿السنة فی الصلوہ علی جنازة---سرافی نفسه﴾ [1]

(نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ خفیہ اپنے دل میں پڑھے)۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور محدث ناصر الدین البانی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث ابو امامہ کی دیگر اسانید کے ساتھ تقویت کی اور محدث البانی نے اسے صحیح قرار دیا [2]۔

علامہ ابن حزم الظاہری نے سند کے ساتھ صحابی رسول حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ فرماتے ہیں نماز جنازہ کے بارے میں:

﴿هذه الصلاة عجماء﴾ [3]

(یہ نماز گونگی ہے یعنی اس میں آہستہ پڑھا جاتا ہے)۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

کہا جاتا ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک جنازہ میں بلند آواز سے سورۃ فاتحہ پڑھی اور کہا کہ یہ سنت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بلند آواز سے جنازہ پڑھنا سنت ہے؟

جواب

یہ بات حدیث پاک کی متعدد کتب میں موجود ہے مگر اس میں معترض کے لیے کوئی دلیل نہیں۔ خدا اگر سمجھنے کی توفیق دے تو یہ واقعہ ہماری دلیل ہے۔ چنانچہ اس "بلند آواز سے پڑھنے پر" پہلے پڑھنے والے کی رائے معلوم کی جائے کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟

---

[1] المسند: الشافعی من کتاب الجنائز والحدود: ۳۵۹

[2] بیہقی، کتاب الجنائز: ۴/۳۹، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، کتاب الجنائز: ۳/۱۲۹۔۱۲۸

[3] المحلی بالآثار ابن حزم الظاہری: ۳/۳۲۵

اس کا جواب دیتے ہوئے حافظ کبیر امام ابو محمد عبداللہ بن علی بن جارو نیشاپوری اپنی صحیح اور مضبوط سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿انما جهرت لا علیکم انها سنة﴾ [1]

(بلند آواز سے میں نے صرف اس لیے پڑھا تا کہ تمہیں سمجھاؤں کہ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے۔)

بات دراصل یہ تھی کہ:

یہ جنازہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھایا تھا۔ پیچھے مقتدی صحابہ کرام اور حضرات تابعین تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سمیت ان تمام صحابہ کا معمول نماز جنازہ سنت کے مطابق آہستہ پڑھنے کا تھا۔ لیکن آج جنازے میں آپ کے خلاف معمول کام پر مقتدی صحابہ و تابعین میں تعجب اور بے چینی کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔ لہٰذا آپ نے انہیں اعتماد میں لینے کی خاطر جنازے کے بعد وضاحت کر دی کہ میرا سورۃ فاتحہ کا بلند آواز سے پڑھنا اس لیے نہ تھا کہ بلند آواز سے جنازہ پڑھنا سنت ہے بلکہ اس لیے تھا کہ تمہیں سمجھاؤں کہ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے۔

اس وضاحت کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ آ جاتی ہے کہ اس واقعہ کی آڑ میں یہ بات ہرگز پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی کہ جنازہ کی دعاؤں کو بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے۔

غیر مقلدین کے آئمہ کی رائے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے درج بالا قصے پر گفتگو کرتے ہوئے مشہور غیر مقلدین محقق و محدث احمد عبدالرحمن البناء الساعاتی لکھتے ہیں:

﴿ذهب الجمهور الى انه لا یستحب الجهر فی صلاة الجنازه و تمسکوا بما روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انه صلی علی جنازة﴾

(جمہور فقہائے اسلام اس طرف گئے ہیں کہ نماز جنازہ میں بلند آواز سے پڑھنا پسندیدہ نہیں ہے انہوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک جنازے کی نماز پڑھائی۔)

[1] المنتقی من السنن المسندۃ کتاب الجنائز حدیث: ۵۳۶۔ ۱۸۸

چند سطور آگے چل کر اعلان حق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فرمان ''میں نے بلند آواز سے صرف اس لیے پڑھا کہ تم جان لو کہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔

﴿ دليل على ان السنة فى القرأة الاسرار وقد تمسك به الجمهور وبما فى حديث ابى امامة۔۔۔۔سرا فى نفسه ﴾[1]

(میں دلیل ہے اس بات پر کہ جنازے کے اندر اخفاء سے پڑھنا سنت ہے اور جمہور اہل اسلام اس حدیث سے اور جو ابی امامہ کی حدیث ہے جس میں فرمایا ''خفیہ اپنے دل میں'' اس سے بھی دلیل لی ہے۔)

غیر مقلدین کے ممدوح امام قاضی محمد بن علی الشوکانی لکھتے ہیں:

﴿ ذهب الجمهور الى انه لا يستحب الجهر فى صلاة الجنازة وتمسكوا بقول ابن عباس المستقدم لم اقرا اى جهرا الا لتعلموا انه سنة و بقوله فى حديث ابى امامة سرا فى فى نفسه ﴾[2]

(جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جنازہ کی نماز بلند آواز سے پڑھنا پسندیدہ فعل نہیں۔ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا قول سے دلیل لی کہ میں نے صرف اس لیے بلند آواز سے پڑھا کہ تم جان لو کہ یہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے اور حدیث ابو امامہ میں ان کے اس فرمان سے بھی دلیل لی ہے ''خفیہ اپنے دل میں''۔)

آج بھی دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں آہستہ آواز سے نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ حرم کعبہ اور حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی کئی احباب نے اپنی نظروں سے یہ منظر دیکھا ہوگا کہ آج تک وہاں نماز جنازہ دل میں آہستہ آواز سے پڑھی جاتی ہے۔

---

۱ بلوغ الامانی شرح مسند احمد: ۷/ ۲۴۳

۲ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار کتاب الجنائز: ۴/ ۱۰۳

نماز جنازہ کی کتنی تکبیریں ہیں؟

نماز جنازہ کی تکبیروں کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول مختلف تھا۔ کوئی چار تکبیریں پڑھتے اور کوئی اس سے زائد۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب یہ اختلاف دیکھا تو صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ہو اگر تم آپس میں اختلاف کرو گے تو آئندہ نسلیں ایسے انتشار کا شکار ہوں گی کہ اس خلیج کو پاٹنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔ اس لیے ایسا کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آخری نماز پڑھی تھی اس پر سب متفق ہو جاؤ اور اسی کی پابندی کرو۔ صحابہ کرام نے آپ کی رائے کو پسند کیا اور تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ سب سے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھائی تھی اور اس میں چار تکبیریں کہیں تھیں۔ آج تک امت نے سب سے آخری سنت کو معمول بنالیا تاکہ انتشار و افتراق کا دروازہ نہ کھلنے پائے۔

چند احادیث بطور نمونہ پیش ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو نجاشی کے فوت ہونے کی خبر سنائی۔

﴿ ثم تقدم فصفوا خلفه فكبر اربعا ﴾[1]

(پھر آگے بڑھے تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے صفیں بنائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یکبر اربع تکبیرات علی المیت ﴾[2]

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میت پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے)۔

---

1 صحیح بخاری: ۱/۵۳۸، سنن نسائی: ۱/۶۱۲

2 طحاوی: ۲/۱۸۱

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل

حضرت عمیر بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پیچھے یزید بن مکفف کی نماز جنازہ پڑھی۔ ''فکبر علیه اربعا''۔ تو آپ نے ان پر چار تکبیریں کہیں [1]۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عمل

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا کہ انہوں نے مردوں اور عورتوں کے کچھ جنازوں پر نماز پڑھائی مردوں کو اپنے آگے اور عورتوں کو قبلے کی جانب رکھا پھر ان پر چار تکبیریں کہیں [2]۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کا عمل

حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں [3]۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا عمل

حضرت شرجیل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ہمیں جنازہ پڑھاتے ہوئے چار تکبیریں کہیں [4]۔

محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کا عمل

حضرت عمران بن ابی عطا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت محمد بن

---

[1] طحاوی: ۲/۱۸۷

[2] طحاوی شریف: ۲/۱۸۸

[3] طحاوی شریف: ۲/۱۸۸

[4] طحاوی شریف: ۲/۱۸۹

حنفیہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی۔ انہوں نے چار تکبیریں کہیں [1]۔

پس معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نماز جنازہ پڑھتے یا پڑھاتے ہوئے چار تکبیرات ہی کہتے تھے۔ کسی نے بھی ان کی مخالفت نہیں کی تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نماز جنازہ میں تکبیر کا یہی حکم ہے۔

زائد تکبیرات کہنے کی وجہ؟

بعض روایات میں چار سے زائد تکبیرات کا ذکر آیا ہے۔

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا دونوں طرح تکبیریں تھیں چار بھی اور پانچ بھی [2]۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے چھ تکبیریں کہیں [3]۔

حضرت موسیٰ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے سات تکبیریں کہیں [4]۔

ان کا جواب دیتے ہوئے امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس شخص کو جواباً کہا جائے گا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایسا اس لیے کیا کہ نماز جنازہ کے سلسلہ میں اہل بدر پر دوسروں کی نسبت زیادہ تکبیریں کہنے کا حکم تھا۔

---

[1] طحاوی شریف: ۳/۱۹۰

[2] طحاوی: ۱/۱۸۱

[3] طحاوی: ۱/۱۸۳

[4] طحاوی شریف: ۱/۱۸۳

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو انہوں نے پانچ تکبیریں کہیں پھر آپ نے متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ اہل بدر تھے۔ پھر میں نے ان کے پیچھے کئی اور جنازوں پر نماز جنازہ پڑھی لیکن آپ چار تکبیرں کہا کرتے تھے۔

حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل بدر پر چھ تکبیریں دیگر صحابہ پر پانچ تکبیریں اور عام لوگوں پر چار تکبیریں کہتے تھے۔ تو اہل بدر کی نماز جنازہ کا حکم اسی طرح تھا[1]۔

پس معلوم ہوا کہ تکبیرات میں جو اضافہ ہے وہ اہل بدر کی خصوصیت کی بنا پر تھا جس سے بعض فوت ہونے والوں کو عام لوگوں سے خاص کیا گیا۔ اہل بدر کے بعد تمام لوگوں کے جنازوں میں قیامت تک چار تکبیریں ہی ہیں۔

---

[1] طحاوی شریف: ۲/ ۱۸۴

جنازہ پڑھنے کے طریقہ میں احناف کا موقف

ہمارے نزدیک نماز جنازہ کے دو فرائض ہیں۔ تکبیرات اور قیام۔ ان کی فرضیت اجماع امت سے ثابت ہے۔ پہلی تکبیر کے بعد ثناء، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعائے مغفرت، چوتھی تکبیر کے بعد سلام۔ درحقیقت نماز جنازہ میت کے لئے دعائے مغفرت ہے اور دعا مانگنے کے یہی آداب ہیں کہ پہلے اللہ عزوجل کی ثناء کی جائے اس کے بعد اس کے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھا جائے اس کے بعد دعا مانگی جائے۔ دعا کے یہ آداب احادیث صحیحہ میں موجود ہیں۔ احادیث میں ثناء کے متعدد کلمات درج ہیں ان میں سے کوئی ثناء پڑھ لی جائے تو جائز ہے۔ درود شریف پڑھنے کے لئے بھی احادیث پاک میں مختلف صیغے مذکور ہیں ان میں سے کوئی درود پاک پڑھا جاسکتا ہے۔ میت کی دعا کے لئے بھی بہت سی احادیث مبارکہ میں مختلف دعائیں مذکور ہیں ان میں سے کوئی دعا پڑھ لیں نماز جنازہ درست ہوگی۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض مسلمانوں کو یہ مخصوص کلمات یاد نہیں ہوتے وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بغیر نماز جنازہ نہیں ہوگی جبکہ صرف تکبیرات پڑھ لینے سے بھی نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے۔

نماز جنازہ کی یہ وہ تفصیل ہے جو فقہ حنفی کی تمام کتب میں ذکر کی گئی ہے۔ یہ چیزیں ذہن نشین کر لینے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اتنی رخصت ہے تو پھر ہمیں کیوں مجبور کیا جاتا ہے کہ ہم نماز جنازہ مخصوص کلمات سے ادا کریں۔

حضور ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی درج ذیل حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔

1. سب لوگ اتنی استعداد اور قابلیت کے مالک نہیں ہوتے کہ ثنا کی ساری عبارتیں، درود شریف کے تمام صیغے اور احادیث طیبہ میں میت کے لئے جو مختلف دعائیں مذکور ہیں یاد کر سکیں اور حسب موقع وہ ان کو پڑھ لیا کریں۔ اس لئے علماء احناف نے لوگوں کی آسانی کے لئے ایک جامع ثناء ایک جامع درود پاک اور ایک جامع دعا احادیث سے

منتخب کر کے مقرر کر دی تا کہ ہر شخص اسے آسانی سے یاد کر سکے اور نماز جنازہ میں قرأت کر سکے۔ اگر کوئی شخص اس ثناء درود اور دعا کی بجائے جو ہم پڑھتے ہیں کوئی اور ثناء، درود اور دعا پڑھتا ہے تو احناف کے نزدیک اس کی نماز جنازہ درست ہوگی۔

(۴) عوام الناس مسائل کی ان باریکیوں سے واقف نہیں ہوتے اگر الگ الگ دعائیں وہ پڑھیں گے تو ناواقفی کی وجہ سے ان میں اختلاف ہوگا نزاع پیدا ہوگا اور باہم سر پھٹول کی نوبت آئے گی۔ جس کا مشاہدہ ہم آئے روز کرتے رہتے ہیں اور وہ مُلّا جس کا کام فساد پیدا کرنا ہے وہ امت میں انتشار کی تخم ریزی سے باز نہیں آئیں گے۔ اس دلیل کے لیے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے دو مثالیں بیان کی ہیں:

ا۔ آپ کو شاید علم ہوگا کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قرآن کریم سات مشہور لغات کے مطابق پڑھا جاتا تھا۔ صحابہ کرام تمام عرب تھے عربی ان کی مادری زبان تھی اس لئے مختلف قرأتوں میں تلاوت ان کے لئے مشکل نہیں تھی۔ لیکن اسلام جب عرب سے نکل کر عجم میں پہنچا اور ایسے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے جن کی مادری زبان عربی نہیں تھی، اس وقت قرأتوں کے اس اختلاف نے بڑی سنگین صورت حال اختیار کی اور آپس میں جنگ وجدل بلکہ تکفیر کی نوبت آ پہنچی۔ اس کے بعد اس کے سد باب کے لیے عہد عثمانی میں قریش کی لغت کو اختیار کیا گیا اور باقی لغات کے مطابق قرآن کریم کی کتابت اور قرأت ممنوع قرار دے دی گئی۔ اس طرح امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کے بارے میں اختلاف کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔

۲۔ اسی طرح نماز جنازہ کی تکبیروں کے بارے میں صحابہ کرام کا معمول مختلف تھا کوئی چار تکبیریں پڑھتے اور کوئی اس سے زائد۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب یہ اختلاف دیکھا تو صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ہو اگر تم آپس میں اختلاف کرو گے تو آئندہ آنے والی نسلیں ایسے انتشار کا شکار ہوں گی کہ اس خلیج کو پاٹنا مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے ایسا کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آخری نماز پڑھی اس پر سب متفق ہو جاؤ

اور اسی کی پابندی کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی اس رائے کو بہت پسند کیا اور تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ سب سے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھائی تھی اور اس میں چار تکبیریں کہی تھیں۔ اگرچہ اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چار سے زائد تکبیریں بھی مروی ہیں جیسا کہ احادیث میں موجود ہے لیکن سب سے آخری سنت کو معمول بنا لیا گیا تا کہ امت میں انتشار وافتراق کا دروازہ کھلنے نہ پائے اور معترضین بھی چار تکبیریں کہتے ہیں اگرچہ احادیث میں زائد تکبیرات کا ذکر بھی موجود ہے۔

اسی اسوہ فاروقی رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہوئے ہمارے علماء نے ایک خاص ثناء، ایک خاص درود شریف اور ایک خاص دعا مقرر کردی جو جامع ہونے کے ساتھ ساتھ آسان بھی ہے اور معمولی کوشش سے ہر آدمی اس کو یاد بھی کرسکتا ہے۔ ہم ان معترضین سے سوال کرتے ہیں کہ کیا ان کے فرقہ کے لوگ ان تمام ثناؤں اور تمام دعاؤں کو نماز جنازہ میں بھی پڑھتے ہیں؟ اگر انہوں نے بھی کسی درود اور دعا کا تعین کرلیا ہے تو پھر احناف پر ان کا یہ اعتراض کس قدر مہمل اور بے سروپا ہے [1]۔

تاہم بعض لوگوں کا کہنا غلط ہے کہ مروجہ مخصوص کلمات خلاف سنت اور بدعت ہیں۔ ہم سطور ذیل میں ان مروجہ کلمات کے ثبوت میں احادیث پیش کررہے ہیں۔

ثناء

یہ ثناء فی الجملہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ابن ابی شیبہ ابن مردویہ اور حافظ ابن شجاع نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ جل جلالہ کے نزدیک پسندیدہ کلام یہ ہے کہ بندہ کہے:

﴿سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك وجل ثناءك ولا اله غيرك﴾ [2]

---

[1] مقالات: ۱۷۸-۱۷۵/۲

[2] فتح القدیر: ۲۵۳/۱

درود شریف

مروجہ نماز جنازہ میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے اس میں رحم کے الفاظ بھی ہیں اس کے ثبوت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ منقول ہیں:

﴿وارحم محمدا وآل محمد کما رحمت علی ابرھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید﴾ [1]

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

﴿وارحم وآل محمد کما صلیت وبارکت علی ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید﴾ [2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

﴿اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت وبارکت ترحمت علی ابراھیم وعلی ال ابراھم انک حمید مجید﴾ [3]

دعا

ابو ابراہیم اشہلی کے والد اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ میں یہ دعا مانگتے تھے:

﴿اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا۔ اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان﴾ [4]

احادیث اور آثار کی روشنی میں احناف کے بتائے ہوئے طریقہ سے نماز جنازہ

---

[1] سعادۃ الدارین: ص ۲۳۱ علامہ یوسف نبہانی

[2] سعادۃ الدارین: ص ۲۳۵

[3] المستغرق: ۲۲۹/۱، مقالات ۱۹۰/۲

[4] سنن ابی داوٗد: ۵۴۷/۲

پڑھنے کا مسئلہ بحمدہٖ تعالیٰ واضح کیا ہے۔ (مزید تفصیلات کے لئے شرح مسلم، مقالات سعیدی اور مقالات ضیاء الامت کا مطالعہ فرمائیں)۔

میت کے بعض اجزاء پہ نماز جنازہ

آج کل بکثرت ایسی صورتیں پیش آجاتی ہیں کہ ہوائی جہاز، ریل گاڑی، بس یا کار کے حادثہ سے مسلمان اس طرح جاں بحق ہو جاتے ہیں کہ ان کے جسم کے صرف اجزا باقی بچتے ہیں۔ باقی اجزا حادثہ میں ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان بعض اجزا پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ میت کے جس قدر اعضا بھی مل جائیں خواہ قلیل ہوں یا کثیر۔ ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی [1]۔
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میت کے اجزا بعض ہوں یا کثیر ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔
- امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر نصف سے زیادہ میت کا جسم پایا گیا تو اسی کو غسل دیا جائے اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور اگر نصف جسم یا اس سے کم پایا گیا تو اس کو غسل دیا جائے نہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر اجزاء کم ملیں تو ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی (یعنی اگر نصف یا اس سے زائد اجزاء ملیں تو نماز جنازہ پڑھی جائے گی) علامہ شمس الدین سرخسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب انسانی اجزاء مثلاً ہاتھ یا پیر میں سے کوئی عضو پایا جائے تو اس کو غسل دیا جائے نہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ نماز میت کے لئے مشروع کی گئی ہے اور میت مکمل بدن کو کہتے ہیں اس کے کسی عضو کو نہیں اور اس وجہ سے جس کا کوئی عضو ملا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ زندہ ہو اور زندہ

---

[1] شرح المہذب مع المجموع۔ ۵/۲۵۵

کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی اور اس لیئے بھی اگر اعضا پر نماز جنازہ ہو اور میت کے متعدد اعضاء ملیں تو ایک میت پر متعدد نمازیں پڑھی جائیں گی حالانکہ ہمارے نزدیک نماز جنازہ کا تکرار جائز نہیں۔ لیکن اگر بدن کا اکثر حصہ ملا یا نصف حصہ ملا جس کے ساتھ سر بھی تھا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ اکثر اجزاء کل کے حکم میں ہوتے ہیں اور اس صورت میں نماز جنازہ کی تکرار کا احتمال بھی نہیں ہے ؎۔

دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا

بعض دفعہ ایسی صورت حال پیش آجاتی ہے جن میں نماز جنازہ کے تعدد کے جواز وعدم جواز کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً کسی شہر میں کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے وہاں کے لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ لیتے ہیں۔ بعد میں اس کی میت کو اس کے وطن لے جاتے ہیں تو وہاں لوگ دوبارہ اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں۔ اس مسئلہ میں احناف اور مالکیہ کا مسلک یہ ہے کہ ولی کے پڑھنے کے بعد دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ علامہ سرخسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نماز پڑھی جانے کے بعد اگر کچھ لوگ جنازے پر آئیں تو وہ انفرادی طور پر نماز جنازہ پڑھیں نہ جماعت کے ساتھ البتہ اگر پہلے ولی کی اجازت کے بغیر لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی ہو تو بعد میں ولی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار ان سے نماز جنازہ رہ گئی۔ جب وہ جنازے پر آئے تو انہوں نے صرف میت کے لئے استغفار کیا اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ رہ گئی تو آپ جنازے پر آئے تو انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھنے میں اگرچہ تم نے مجھ پر سبقت کر لی ہے لیکن ان کی دعا میں مجھ سے پہل نہ کرنا۔

❶ اس کی وجہ یہ ہے کہ میت کا حق فریق اول کے فعل سے ادا ہو جاتا ہے۔ اب اگر فریق ثانی بھی یہ فعل کرے تو اس کے حق میں نماز جنازہ نفل ہو جائے گی اور یہ جائز نہیں کیونکہ اگر نماز جنازہ نفلی طور پر جائز ہوتی تو جن لوگوں کو اللہ عزوجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زیارت عطا فرماتا ہے انہیں آپ کی قبر پر نماز جنازہ بطریق اولیٰ پڑھنی چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب بھی اپنی قبر میں اسی طرح ہیں جس طرح روز اول

؎ المبسوط ۵۴/۲: شرح صحیح مسلم ۸۰۳/۲

رکھا گیا تھا اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کے اجسام کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر پر کوئی مسلمان آپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھتا اور مسلمانوں کا یہ اجتماعی ترک اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میت پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔

◆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نجاشی کا جنازہ پڑھا اور ایک عورت کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر مسلمان کے ولی ہیں اور ولی کے بغیر نماز جنازہ پڑھ لی جائے تو وہ دوبارہ پڑھ سکتا ہے [1]۔

جنازہ کو دوسرے شہر منتقل کرنا

بعض اوقات ایک شخص اپنے وطن سے دور کسی دوسرے شہر میں فوت ہو جاتا ہے اور اس کے متوسلین اسے اپنے آبائی وطن میں دفن کرنا چاہتے ہیں تا کہ قبر کی زیارت اور گاہے بگاہے فاتحہ خوانی میں سہولت ہو۔ اس صورت میں اگرچہ اولیٰ یہی ہے کہ اس کو جہاں فوت ہوا ہے وہیں دفن کر دیا جائے۔ تاہم اگر اس کے جنازے کو اس کے وطن میں منتقل کر کے دفن کریں تو یہ خلاف اولیٰ کے باوجود جائز ہے۔

علامہ قاضی خاں حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر میت کو دفن سے پہلے ایک یا دو میل منتقل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور اگر کوئی شخص اپنے وطن کے علاوہ کسی اور شہر میں فوت ہو جائے تو اس کو وہیں چھوڑنا مستحب ہے اور اگر دوسرے شہر میں منتقل کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں فوت ہوئے اور ان کے جنازے کو شام منتقل کر دیا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کافی عرصہ کے بعد حبش سے شام میں منتقل کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص مدینہ سے چار فرسخ دور فوت ہوئے اور ان کے جنازے کو مدینہ منورہ لایا گیا [2]۔

---

[1] شرح صحیح مسلم۔ ۸۰۴ / ۲، از علامہ غلام رسول سعیدی صاحب

[2] شرح صحیح مسلم۔ ۸۰۸ / ۲، از علامہ غلام رسول سعیدی

قبراور دفن کے احکام ومسائل

میت کا دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔قبریں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ایک تو یہ کہ زمین میں سیدھا گڑھا کھود دیا جائے اس کو عرب میں شق کہتے ہیں اور دوسری لحد یعنی پہلے گڑھا کھودا جائے پھر قبلہ کی طرف اندر سے گڑھا کھودا جائے ،مسنون طریقہ یہی ہے۔

- مگر جن علاقوں میں زمین نرم ہوتو وہاں شق پر ہی اکتفا کریں۔
- میت کے قد کے مطابق قبر کا طول ہو اور میت کے نصف قد کے برابر عرض ہو اور نصف قد کے برابر ہی گہرائی ہو۔لیکن عورت کی قبر کی گہرائی اس کے سینے کے برابر ہو۔اسی طرح مرد کی قبر کا گہرا ہونا بھی مستحب ہے تاہم آج کل بمشکل قد کے نصف کے برابر مرد اور عورت کی قبر بنائی جاتی ہے بلکہ اس سے بھی کم ہی رکھی جارہی ہے جواز ہے تاہم مستحب کے خلاف ہے۔
- جہاں زمین نرم ہو وہاں تابوت بنانے میں کوئی حرج نہیں۔تابوت چاہے پتھر کا ہو یا لوہے کا۔لیکن اگر نرم زمین نہ ہوتو بلا جواز تابوت میں دفن کرنا درست نہیں۔البتہ بعض علمائے کرام نے عورت کے لئے ہر حال میں تابوت بنانے اور اس میں دفن کرنا پسند کیا ہے کہ اس سے اس کے جسم کو ہاتھ نہیں لگیں گے۔
- خیال رہے کہ اب جس طرح بیرون ممالک سے نعشیں آتی ہیں لکڑی کے تابوت میں بند ہوتی ہیں ان میں کیمیائی اجزا ملے ہوتے ہیں جن سے جسم صحیح رہتا ہے اور باہر نکالنے سے جسم خراب ہونے کا خدشہ ہوتا ہے اس کو اسی لکڑی کے تابوت میں دفن کردیا جائے۔
- جس جگہ آدمی فوت ہو جائے بڑا ہو یا چھوٹا مرد ہو یا عورت وہاں دفن نہ کیا جائے

بلکہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے تا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں۔ جس جگہ فوت ہو اسی جگہ دفن کرنا انبیاء کرام کا خاصہ ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ فرمایا ہر نبی کو وہاں ہی دفن کیا گیا جہاں سے اس کی روح کو قبض کیا گیا۔

❀ پختہ اینٹ میت سے ملا کر لگانا مکروہ ہے۔ لیکن اگر میت کے جسم سے دور ہو تو حرج نہیں۔ دراصل پختہ اینٹ لگانے میں کراہت کی وجہ یہ ہے کہ قبر کو آگ اور اس کے آثار سے دور رکھنا مقصود ہے۔ اس لیے بہتر ہو گا کہ قبر میں کچی اینٹ یا پتھر استعمال کیا جائے اور کوئی چیز استعمال نہ کی جائے۔

❀ میت کو قبر میں اتارنے کے لئے قریبی رشتہ دار اتریں۔ اگر قریبی رشتہ دار نہ ہو تو جو بھی میسر ہوں اتریں مگر عورت قبر میں نہ اترے۔

❀ میت کی چارپائی قبلہ کی طرف رکھی جائے اور اتارنے والا قبر کی دوسری طرف قبلہ رو ہو کر میت کو قبر میں اتارے۔ قبر کے سرہانے یا پائنتی کی طرف سے داخل نہ کریں۔

❀ عورت کا جنازہ اتارنے والے محرم ہوں۔ یہ نہ ہوں تو دیگر رشتہ دار۔ یہ بھی نہ ہوں تو پرہیزگار اجنبی کے اتارنے میں مضائقہ نہیں۔

❀ میت کو قبر میں رکھتے وقت یہ دعا پڑھیں۔ ''بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ [1] یا یہ پڑھیں بِسْمِ اللهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رسول الله'' [2]۔

❀ میت کو داہنی کروٹ لٹائیں اور اس کا منہ قبلہ کی طرف کریں۔

---

1 جامع ترمذی۔ ۱/۵۳۷

2 سنن ابی داؤد۔ ۲/۵۵۳

❀ قبر میں رکھنے کے بعد کفن کے بند کھول دیں۔ نہ کھولیں تو حرج نہیں۔

❀ عورت کا جنازہ ہو تو قبر میں اتارنے سے تختہ لگانے تک قبر کو کپڑے وغیرہ سے چھپائے رکھیں۔

❀ تختے لگانے کے بعد مٹی دی جائے مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف سے دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں اور یہ کہیں:

پہلی بار یہ کہیں (مِنهَا خَلَقنٰكُم) دوسری بار (وَفِيهَا نُعِيدُكُم) تیسری بار (وَمِنهَا نُخرِجُكُم تَارَةً اُخرٰى) یا یہ پڑھیں:

پہلی بار (اَللّٰهُمَّ جَافِ الاَرضَ عَن جَنبَيهِ) دوسری بار (اَللّٰهُمَّ افتَح اَبوَابَ السَّمَآءِ لِرُوحِهٖ) تیسری بار اگر مرد ہو (اَللّٰهُمَّ زَوِّجهُ مِنَ الحُورِ العِينِ) اور اگر عورت ہو (اَللّٰهُمَّ اَدخِلهَا الجَنَّةَ بِرَحمَتِكَ) باقی مٹی ہاتھ، کھرپے یا کسّی وغیرہ سے یا جس چیز سے ممکن ہو ڈال دیں۔ جتنی مٹی قبر سے نکلی ہو اس سے زیادہ ڈالنا مکروہ ہے [1]۔

❀ **قبر کی بناوٹ**: دو طرح سے حدیث سے ثابت ہے۔
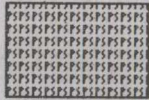
❶ **التسطیح** یعنی قبر چار کونہ ہموار سطح ہو۔

❷ **التسنیم** یعنی گولائی دار درمیان سے ذرا سی اونچی جیسے اونٹ کی کوہان ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر بھی ایسی ہے۔

نوٹ: قبر کی اونچائی ایک بالشت یا تھوڑی سی زیادہ ہو۔

متفرق مسائل

❀ جہاز پر انتقال ہوا، اگر کنارہ قریب نہ ہو یا کنارے تک پہنچنے میں میت کے خراب ہونے کا خدشہ ہو تو غسل و کفن دے کر نماز جنازہ پڑھ کر سمندر میں ڈبو دیں۔

---

[1] بہار شریعت۔ حصہ چہارم

- دفن کرنے کے بعد قبر پر پانی چھڑکیں۔ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر پانی لگایا جو قبر کے دائیں طرف سر کے پاس سے شروع کر کے قبر کے پاؤں کے پاس جا کر چھوڑ دیا۔
- میت کو دفن کرنے کے بعد کچھ دیر لوگ قبر کے پاس بیٹھیں، تلاوت قرآن کریں اور میت کے حق میں دعا کریں کیونکہ اس سے مردے کو نفع ہوتا ہے۔

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میت کو دفن کر لینے کے بعد سورۃ البقرہ کی پہلی آیت ''الم'' سے ''مفلحون'' تک قبر کے سرہانے کی جانب اور آخری آیتیں ''امن الرسول'' سے ختم سورہ تک پاؤں کی جانب پڑھتے [1]۔

- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میت کو جب دفن کر لیتے تو قبر کے پاس کھڑے ہو جاتے اور سب لوگوں سے فرماتے کہ اپنے اس بھائی کے لئے بخشش کی دعا کرو اور اللہ عزوجل سے اس کے لئے قبر کے حساب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اب اس کا حساب ہونے والا ہے۔
- اگر کسی مملوکہ زمین میں میت کو دفن کر دیا جائے تو مالک کو اختیار ہے کہ میت کو وہاں رہنے دے یا میت کو نکالنے کا حکم دے۔
- شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ میت کے منہ کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر اس میں رکھیں بلکہ درمختار میں کفن پر عہد نامہ لکھنے کو جائز کہا ہے۔
- کسی قبر پر سونا، چلنا، پیشاب کرنا حرام ہے۔
- قبرستان میں نیا راستہ نکالنا اور اس سے گزرنا ناجائز ہے۔
- اپنے کسی رشتہ دار کی قبر تک جانا چاہتا ہو مگر قبروں کو پیروں تلے روندنا پڑے تو وہاں تک جانا منع ہے دور ہی سے فاتحہ پڑھ لے۔
- مرد کی قبر سرہانے کی طرف سے ذرا بلند ہو اور عورت کی قبر پاؤں کی طرف سے بلند ہو۔
- قبرستان کی حدود میں وہ تمام باتیں جو باعث غفلت ہوں جیسے کھانا پینا، سونا، ہنسنا، دنیا کا کوئی کلام کرنا منع ہے۔

---

[1] بیہقی بحوالہ بہار شریعت۔ حصہ چہارم

پختہ قبر بنانا اور کتبہ لکھنا

اس سلسلہ میں مختصر بات یہ ہے کہ آگ سے پختہ اینٹ قبر کے اندر میت سے متصل لگانے کی ممانعت ہے تا کہ بدفالی سے بچا جا سکے ورنہ لوہے اور لکڑی وغیرہ کے تابوت میں میت کو رکھ کر دفن کرنے کی اجازت ہے مگر قبر بنانے کے بعد اوپر کسی چیز کے استعمال کی ممانعت نہیں۔ سراجیہ کے باب الکراہت اور باب الجنائز میں ہے:

اگر ضرورت ہو تو قبر پر لکھنے میں حرج نہیں تا کہ نشان نہ مٹے اور قبر کی بے حرمتی نہ کی جائے۔ البتہ صرف زینت کے اظہار کے لئے منع ہے۔ جب میت کسی بزرگ کی ہو تو اس پر قبہ وغیرہ بنانے میں حرج نہیں۔ قبروں پر قبے بنانا اور ان پر کتبات لکھنا سلف وخلف سب کا معمول رہا ہے اور یہ امت مسلمہ کا عمل اجماع ہے۔ لہٰذا اس کو غلط کہنا سراسر غلط ہے۔ خود حضور ﷺ نے عثمان بن مظعون کے سرہانے ایک پتھر بطور نشان قائم فرمایا تھا تا کہ اپنے دوسرے حضرات کو وہاں دفن کریں۔

بعض روایات میں جو قبروں کو توڑ دینے کا حکم آیا ہے اس سے مراد مشرکین کی قبریں ہیں۔ اگر ایسا کوئی حکم مسلمانوں کی قبروں کے بارے میں ہوتا تو ضرور فقہا اربعہ، سلاطین اسلام اور بزرگان دین اس نیک کام میں حصہ لیتے مگر ہم اس کے برعکس دیکھتے ہیں کہ وہ حضرات جن کے زہد وتقویٰ میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا انہوں نے قبروں پر قبے بنائے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کی قبریں تھیں۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کنواں کھودنا شروع کیا تو ایک پتھر نکلا جس پر لکھا تھا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بن صخر بن حرب کی قبر۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے وہ کنواں کھودنا بند کر دیا اور اس کے اوپر ایک عمارت تعمیر کروادی۔

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ مومنوں کی ماں کی قبر کے سرہانے پتھر لگا ہوا تھا اور اسی پر ان کا نام بھی تحریر تھا اور صحابہ کرام اور تابعین سے روضے بنانا بھی ثابت ہو گیا۔ لہٰذا اب اس میں کوئی خدشہ باقی نہ رہا کہ انسان تردد مین رہے کہ جائز

---

[1] جذب القلوب صفحہ ۱۸۰

ہے یا جائز نہیں۔ صحابہ کرام اور تابعین سے بڑھ کر شریعت کا پاسدار کون ہوسکتا ہے؟

زیارت قبور کے احکام و مسائل

زیارت قبور جائز و مستحب بلکہ مسنون ہے۔ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہدائے احد کے مزارات پر تشریف لے جاتے اور ان کے لئے دعا کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ تم لوگ قبروں کی زیارت کیا کرو، وہ دنیا میں بے رغبتی کا سبب ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

زیارت قبور کا مستحب طریقہ

پہلے اپنے مکان میں دو رکعت نفل پڑھیں۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ آیۃ الکرسی ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھیں اور اس کا ثواب میت کو پہنچائیں۔ اللہ عزوجل میت کی قبر میں نور پیدا کرے گا اور اس شخص کو بہت بڑا فائدہ و ثواب عطا فرمائے گا۔ اب قبرستان کو جائیں تو راستہ میں فضول گفتگو میں مشغول نہ ہوں۔ جب قبرستان پہنچیں تو پائنتی کی طرف سے جا کر اس طرح کھڑا ہوں کہ قبلہ کی طرف پشت ہو اور میت کے چہرے کی طرف منہ، سرہانے سے نہ آئیں کہ میت کے لئے باعث تکلیف ہے اس کے بعد یہ کہیں۔

﴿اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَآ اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّنَحْنُ بِالْاَثَرِ﴾ [1]

یا یوں کہیں:

﴿اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ دَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَا حِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمُ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ یَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاخِرِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ الْاَرْوَاحِ الْفَانِیَۃِ وَالْاَجْسَادِ الْبَالِیَۃِ وَالْعِظَامِ النَّخِرَۃِ اَدْخِلْ ھٰذِہٖ

---

[1] سنن ترمذی۔ ۳/۵۴۱

الْقُبُوْرِ مِنْكَ رَوْحًا وَّرَيْحَانًا وَّمِنَّا تَحِيَّةً وَّسَلَامًا ﴾ [1]

یا یہ پڑھیں:

﴿ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ ﴾ [2]

پھر فاتحہ پڑھیں، آیت الکرسی پڑھیں، سورہ زلزال، سورۃ التکاثر، سورہ ملک پڑھیں۔ سورۃ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھیں اور اس کا ثواب میت کو پہنچائیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے گا اور اس کا ثواب مردوں کو پہنچائے گا تو مردوں کی گنتی کے برابر اسے ثواب ملے گا۔ یعنی پہلے اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کریں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک پڑھیں پھر کثرت سے میت کے لئے دعا کریں [3]۔

دفن کرنے کے بعد مردہ کو تلقین کرنا اہلسنت کے نزدیک مشروع ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی فوت ہو اور اس کی قبر پر مٹی ڈال چکو تو تم میں سے ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے یا فلاں بن فلاں۔ وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا پھر کہے فلاں بن فلاں وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا پھر کہے فلاں بن فلاں وہ کہے گا ہمیں ارشاد کر اللہ عزوجل تجھ پر رحمت فرمائے، مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوگی۔ پھر کہے:

﴿ اُذْكُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّكَ رَضِيْتَ

---

[1] بہار شریعت، حصہ چہارم

[2] صحیح مسلم شریف۔ ۱/۶۸۲

[3] بہار شریعت، ہمارا اسلام

بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا﴾

نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔ اس پر کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو فرمایا حضرت حوا کی طرف نسبت کرے۔ اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں اور ضیاء نے احکام میں اور دوسرے محدثین نے ذکر کیا ہے [1]۔

بعض اجل ائمہ تابعین فرماتے ہیں کہ جب لوگ قبر پر مٹی برابر کر چکیں اور واپس آجائیں تو مستحب سمجھا جاتا ہے کہ میت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر یہ کہا جائے:

یا فلاں بن فلاں قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تین بار۔

یا فلاں بن فلاں قُلْ رَبِّیَ اللّٰہُ وَدِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَنَبِیِّ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

متفرق مسائل

- قبر پر پھول ڈالنا بہتر ہے۔ جب تک تر رہیں گے تسبیح کریں گے اور میت کا دل بہلے گا۔
- اسی طرح جنازے پر پھولوں کی چادر ڈالنے میں حرج نہیں۔
- قبر پر سے تر گھاس نہیں نوچنا چاہئے کہ اس کی تسبیح سے رحمت اترتی ہے اور میت کو انس ہوتا ہے اور نوچنے میں میت کا حق ضائع کرنا ہے۔
- زیارت قبور کے لئے ہر ہفتے میں ایک دن ضرور جانا چاہئے۔ جمعہ، جمعرات، ہفتہ یا پیر کے دن مناسب ہیں۔
- سب سے افضل جمعہ کے دن صبح کا وقت ہے۔
- اولیائے کرام کی زیارت قبور کے لئے جانا جائز ہے وہ اپنے زائرین کو نفع پہنچاتے ہیں۔

[1] بہار شریعت، حصہ چہارم

❀ عورتوں کے لئے بھی بعض علماء نے زیارت قبور کو جائز بتایا ہے۔ درمختار میں یہی قول اختیار کیا ہے مگر عزیزوں کی قبور پر جائیں گی تو جزع وفزع کریں گی۔ لہٰذا ممنوع ہے اور صالحین کی قبور پر جائیں گی تو ادب میں حد سے بڑھیں گی۔ لہٰذا منع ہے۔ تاہم عموماً عمر رسیدہ کے لئے حرج نہیں جبکہ جوانوں کے لئے منع ہے۔ لیکن یہ حکم رسول اللہ ﷺ کے مزار پرانوار کے لئے نہیں بلکہ وہاں کی حاضری کے آداب بتائے جائیں۔

❀ ماں باپ کی قبر کی زیارت کرنا مغفرت کا سبب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کو کرتا ہے اس کے گناہوں کی بخشش کی جاتی ہے اور اسے نیک فرمانبردار مطیع لکھ دیا جاتا ہے [1]۔

دفن کے بعد میت کو قبر سے دوسری جگہ منتقل کرنا

میت کو دفن کرنے کے بعد اس کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

فقہاء اسلام نے بلاضرورت شرعیہ ایسا کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن ہم شہداء کی نعشیں دفن کرنے کے لئے اٹھا رہے تھے، اس وقت رسول اللہ ﷺ کے منادی نے ندا دی کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ شہداء کو اسی جگہ لوٹا دو جہاں انہوں نے شہادت پائی [2]۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا ممنوع ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شریف دفن کے بعد میت کو منتقل کرنے کی ممانعت پر محمول ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میت کو اللہ عزوجل کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور اللہ عزوجل ہی جانتا ہے کہ میت کس حال میں ہے اور اس کو قبر کھولنے میں اس کی پردہ دری ہے اس وجہ سے فقہا نے بلا عذر شرعی قبر کھودنے کو حرام قرار دیا ہے۔

---

[1] رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔ مشکوۃ باب زیارۃ القبور، ۱/۷۰

[2] سنن ابی داؤد۔ ۲/۹۵، مطبع مجتبائی، لاہور

عذر شرعی کی وجہ سے قبر سے منتقل کرنا

عذر شرعی کی وجہ سے قبر کو کھودنا جائز ہے اور میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ منتقل کرنا بھی جائز ہے۔ مثلاً دفن کرتے وقت قبر میں کسی شخص کی رقم گر گئی ہو تو اس کو نکالنے کے لئے قبر کھودنا جائز ہے یا کسی کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر میت کو دفن کر دیا گیا ہو اور وہ شخص اپنی زمین کو خالی کرنے کا مطالبہ کرتا ہو۔

زمین میں سیلاب آ رہا ہو اور خدشہ ہو کہ زمین پانی میں ڈوب جائے گی تو ان صورتوں میں میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا جائز ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ کو چھ ماہ بعد احد سے نکال کر جنت البقیع میں دفن کر دیا اور عبدالرحمن بن عبداللہ بن صعصعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن جموح رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر و انصاری رضی اللہ عنہ صحابی تھے، دونوں شہداء احد میں سے تھے اور دونوں ایک قبر میں پانی کے قریب مدفون تھے۔ چھیالیس سال کے بعد ان کی قبر تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا۔ ان کو ان کی قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کیا گیا۔ چھیالیس سال کے بعد بھی ان کے اجسام بالکل تر و تازہ تھے یوں لگتا تھا جیسے کل فوت ہوئے ہوں۔ ان میں سے ایک صحابی جس وقت دفن کیا گیا تو اس کا ہاتھ اپنے زخم پر تھا اور جب نکالا گیا تو اسی طرح تھا [1]۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد بغیر عذر کے نہ کھولا جائے خواہ مدت کم گزری ہو یا زیادہ۔

صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ صاحب فرماتے ہیں عذر یہ ہے کہ زمین مغصوب ہو یا اس کا شفیع مطالبہ کر رہا ہو، یہی وجہ ہے کہ متعدد صحابہ کفار کے شہروں میں دفن ہوئے اور ان کو بعد میں دوسری جگہ اس لئے منتقل نہیں کیا گیا کہ کوئی عذر نہیں تھا۔

---

[1] مرقاۃ ۳/۷۳-۷۲ / ملا علی قاری

امانت کے طور پر دفن کے بعد میت کو منتقل کرنا

بعض لوگ مثلاً پاکستان سے باہر کسی شہر میں فوت ہو جاتے ہیں اور ان کو لوگ عارضی طور پر وہیں دفن کر دیتے ہیں۔ پھر کچھ عرصہ بعد میت کو قبر سے نکال کر پاکستان اپنے وطن لا کر دفن کرنا چاہتے ہیں، آیا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی عورت کا بیٹا کسی اور شہر میں موت کے بعد دفن کر دیا گیا اور وہ اس کے لئے بے قرار ہو اور اس کو قبر سے منتقل کرنا چاہتی ہو تو اس کے لئے جائز نہیں [1]۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں قاضی خاں کے بیان کردہ مسئلہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس پر ہمارے مشائخ کا اتفاق ہے نیز لکھتے ہیں کہ مشائخ کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اگر کسی کو غسل دیئے بغیر دفن کر دیا گیا ہو تو اس کے تدارک کے لئے بھی اس کی قبر کو کھودنا جائز نہیں۔ (مرقاۃ) کیونکہ ضرورت شرعیہ سے مراد حقوق العباد کی ادائیگی کی ضرورت ہے اور یہ امور حقوق اللہ سے ہیں [2]۔

علامہ نووی شافعی ابن الصباغ سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ دفن کے بعد میت کا کفن اتارا جائے گا نہ اس کو منتقل کیا جائے گا [3]۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے امانت کے طور پر دفن کرنے کے بعد میت کو قبر سے نکالنے کو حرام قرار دیا ہے [4]۔

قبور صالحین سے برکت

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ شیخ ابو عبد اللہ بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "سفینۃ النجاء لاھل لاتجاء" میں فرمایا ہے کہ:

---

[1] فتاویٰ قاضی خان۔ ۱/۱۹۵

[2] شرح صحیح مسلم۔ ۲/۸۱۰

[3] شرح المھذب مع المجموع۔ ۵/۲۸۳

[4] فتاویٰ رضویہ۔ ۴/۱۱۴

"صالحین کی قبروں کی حصول برکت کے لئے زیارت مستحب ہے کیونکہ صالحین کی قبروں کے پاس دعا کرنا اوران سے شفاعت کرنا ائمہ دین اور علماء محققین کا معمول رہا ہے"۔

اس عبارت کونقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ جس شخص کوصالحین کی قبروں کے پاس جانے کی ضرورت ہوتووہ ان کے مقابر پر جائے اوران کاوسیلہ پیش کرے کیونکہ صحابہ کی بھی سنت ہے۔

حضرت ابن جوزا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اہل مدینہ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے یعنی بارش نہیں ہورہی تھی۔انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آکر شکایت کی توآپ نے فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پرانوار کی طرف دیکھواوران کے حجرہ (روضہ مطہرہ) سے تھوڑاسا سوراخ کردو یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور اور آسمان کے درمیان کوئی چھت یعنی حجاب نہ رہے [1]۔

پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا ہی کیا۔اتنی کثیر بارش ہوئی جس سے بہت گھاس اگی۔اونٹ وہ گھاس کھا کھا کراتنے موٹے ہوئے کہ چربی کی وجہ سے ان کی کوہانیں پھٹ گئیں۔اس سال کانام عام الفق (پھٹنے کاسال پڑ گیا)۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس بارش کی دعا

حضرت ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے ساٹھ سال بعد قحط سالی ہوگئی۔اہل سمرقند نے کئی مرتبہ بارش کی دعا کی لیکن بارش نہ ہوئی۔نیک بزرگوں میں سے ایک شخص نے قاضی کو کہا کہ میرا خیال ہے کہ لوگوں کوامام بخاری کی قبر کی طرف نکالا جائے اورہم ان کی قبر کے پاس جاکر بارش کی دعا کریں امید ہے اللہ عزوجل ہمیں بارش عطا کرے گا چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔

لوگ آپ کی قبر کے پاس جاکر روئے۔صاحب قبر کو وسیلہ بنا کر دعا کی۔ اللہ عزوجل نے اتنی موسلادھار بارش عطا کی کہ لوگ سات دن تک کثرت بارش کی وجہ سے

---

[1] دارمی، بحوالہ مشکوۃ باب الکرامات۔۳/۲۰۱

سمرقند نہ پہنچ سکے [1]۔

حضرت خواجہ بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار سے جواب دینا

حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب انفاس العارفین میں اور پھر اسی واقعہ کو مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب بزم جمشید صفحہ نمبر ۱۷ پر نقل کیا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جانے کا واقعہ اس طرح لکھتے ہیں کہ (شاہ عبدالرحیم) حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ وسوسہ ہوا کہ نہ معلوم میرے آنے کی خبر بھی ہوتی ہے کہ نہیں! فوراً قبر سے آواز آئی [2]۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن   من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

مجھے اپنی طرح زندہ سمجھ اگر تم جسمانی طور پر آئے ہو تو میں روحانی طور پر آؤں گا۔

امام شافعی کی امام ابوحنیفہ کے مزار پر حاضری

﴿قال الشافعی انی لا تبرك بابی حنیفه و ابی الی قبره فاذا عرضت لی حاجته صلیت رکعتین اسئل الله عند قبره فتقضی سریعا﴾ [3]

(حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تبرک حاصل کرتا ہوں اور آپ کی قبر انور پر حاضری دیتا ہوں۔ جب بھی مجھے کوئی حاجت درپیش آتی ہے تو میں دو رکعت نفل ادا کرتا ہوں۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر آ کر اللہ عزوجل سے سوال کرتا ہوں میری

---

[1] مرقاۃ: ۱۶/۱

[2] بزم جمشید۔ ۱۷۔ سبع سنابل۔ ۱۴۴

[3] شامی: ۳۹/۱

وہ حاجت جلد ہی پوری ہو جاتی ہے)۔

یعنی سوال تو اگرچہ اللہ عزوجل سے ہی ہوتا ہے لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار کے قرب کی وجہ سے آپ کے وسیلہ سے وہ دعا جلدی قبول ہو جاتی ہے۔

لہٰذا قبروں کی زیارت کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ مستحب ہے۔ بے شک ولی اللہ دنیا میں ایسے ہوتا ہے جس طرح تلوار نیام میں ہوتی ہے لیکن جب وہ وصال فرما جاتا ہے تو اس کی حیثیت تلوار کے نیام سے باہر نکلنے والی ہو جاتی ہے، اس کا تصرف بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔

قبر پر اذان کا مسئلہ

مسلمان میت کو قبر میں دفن کر کے اذان دینا اہل سنت و جماعت کے نزدیک جائز ہے۔ بعض نے اسے مسنون اور بعض نے مستحب لکھا ہے۔ تاہم اس کے ساتھ فرض اور واجب جیسا معاملہ نہیں کرنا چاہیے۔

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں: علامہ خیر الدین رملی نے البحر الرائق کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ بعض کتب شافعیہ میں مرقوم ہے کہ نومولود، غمزدہ، مرگی میں مبتلا، غصہ سے مدہوش اور بد خلق شخص کے کان میں اذان دینا، جہاد میں گھمسان کی جنگ کے وقت اور آگ لگنے کے وقت اذان دینا سنت ہے۔ اسی طرح میت کو قبر میں اتارتے وقت بھی اذان دینے کو مسنون لکھا ہے تاکہ میت کی انتہا ابتداء یعنی موت پیدائش کے موافق ہو جائے یعنی جس طرح دنیا میں آتے وقت اذان سنی اسی طرح دنیا سے جاتے وقت بھی اذان سن کر جائے۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کے مسنون ہونے کو مسترد کیا ہے۔ لیکن علامہ خیر الدین رملی حنفی فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک اس کے مسنون ہونے میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔ [1]

یاد رہے کہ ابن حجر کو زیادہ سے زیادہ اس موقع پر اذان کے مسنون ہونے میں تردد ہے۔ لیکن دفنانے کے وقت اذان کے مستحب ہونے میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اذان اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

---

[1] ردالمختار۔ ۱/۳۵۷

درمختار جلد اول باب الاذان میں ہے کہ دس جگہ اذان کہنا سنت ہے۔

(۱) نماز پنجگانہ کے لئے، (۲) بچہ کے کان میں، (۳) آگ لگنے کے وقت، (۴) جب جنگ واقع ہو، (۵) مسافر کے پیچھے۔ (۶) جنات کے ظاہر ہونے پر، (۷) غصہ والے پر، (۸) جو مسافر راستہ بھول جائے، (۹) مرگی والے کے لئے، (۱۰) تدفین کے بعد قبر پر۔

حرف آخر

چونکہ اذان اللہ کی رحمت و مغفرت کے حصول کا ذریعہ ہے اور جب غمزدہ، بیمار آگ میں جلنے والے یا جس شخص کو جن تنگ کررہا ہو ان سب کے لئے اذان دینا مستحب ہے تو جو شخص اپنے سفر کی آخری منزل میں جارہا ہو اس کے لئے اذان دینا بطریق اولیٰ مستحب ہو گا۔ کیونکہ ایک مغموم، غضب ناک اور مرگی زدہ شخص کی نسبت میت کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ یہ سفر آخرت کی پہلی منزل ہے اس کی جگہ اگر آسانی ہو گئی تو باقی منازل زیادہ آسان ہوں گی۔

خلاصہ کلام

جس عمل کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ فرمایا نبی کریم ﷺ نے ''ماراہ المومنون حسنا فھو عنداللہ حسن'' ان عبارات سے ثابت ہوا کہ چونکہ قبر پر اذان شریعت میں منع نہیں لہٰذا جائز ہے اور چونکہ مسلمان اس عمل کو بہ نیت اخلاص مسلمان بھائی کے فائدہ کے لئے کرتے ہیں۔ لہٰذا مستحب ہے۔

مولوی رشید گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں۔

کسی نے سوال کیا تلقین بعد تدفین ثابت ہے یا نہیں؟

تو جواب دیا: یہ مسئلہ عہد صحابہ سے مختلف فیہ ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کرسکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن اس پر مبنی ہے جس پر عمل کرے درست ہے۔[1]

---

[1] فتاوی رشیدیہ۔ ۱۴/۱، کتاب العقائد

تعزیت کا بیان

تعزیت مسنون ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ جو اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت میں تعزیت کرے گا۔ قیامت کے دن اللہ عزوجل اسے کرامت کا جوڑا پہنائے گا[1]۔

اور فرمایا:

جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے گا اسے اسی کے مثل ثواب ملے گا[2]۔

تعزیت کا وقت

تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک ہے اس کے بعد مکروہ ہے کیونکہ اس سے غم تازہ ہوگا۔ مگر جب تعزیت کرنے والا جس کی تعزیت کی جائے وہاں موجود نہ ہو یا موجود تو ہو مگر اسے علم نہیں تو بعد میں کوئی حرج نہیں (یعنی مکروہ ان لوگوں کے لئے جو وہاں کے مقیم ہوں ورنہ جب انسان پہنچے تعزیت کرنا مستحب ہے) دفن سے پیشتر بھی تعزیت جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ دفن کے بعد ہو یہ اس وقت ہے کہ میت کے ورثا جزع و فزع نہ کرتے ہوں ورنہ ان کی تسلی کے لیے دفن سے پیشتر ہی تعزیت کرے[3]۔

تعزیت کا طریقہ

مستحب یہ ہے کہ تعزیت میت کے تمام اقارب سے کریں چھوٹے بڑے مرد و عورت کو اس کے محارم ہی تعزیت کریں۔ تعزیت میں یہ کہے اللہ عزوجل میت کی مغفرت فرمائے اور اس کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور تمہیں صبر دے اور اس مصیبت پر ثواب عطا فرمائے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجہ۔ ۴۵۴/۱

[2] سنن ابن ماجہ۔ ۴۵۴/۱، جامع ترمذی۔ ۵۵۰/۱

[3] بہار شریعت، حصہ چہارم

اگر کسی عورت کا بچہ فوت ہو جائے تو جو شخص اس کی تعزیت کے لیے جائے گا تو قیامت کے دن اللہ عزوجل اس کو دو جنتی چادریں پہنائے گا۔لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اگر وہ عورت غیر محرم ہو تو اس کی تعزیت کے لئے محارم کے سوا اور کوئی اس کے پاس نہ جائے اور اگر جائے تو اس طرح کہ اس کا جانا فتنہ کا باعث نہ ہو۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعزیت کا طریقہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کے بیٹے کا وصال ہوا اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تعزیت کے لئے تشریف لے گئے تو فرمایا:

﴿ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی و کل شئ عندہ باجل مسمی او یقول عظم اللہ اجرك واحسن عزاكِ وغفر لیمیتك﴾ [1]

''بے شک اللہ عزوجل ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو وہ کسی کو عطا کرتا ہے اور اس کے پاس ہر چیز کی ایک مدت مقرر ہے''۔

یا یہ کہے کہ اللہ عزوجل تمہیں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے تمہیں اس صبر کا اچھا بدلہ دے اور اللہ عزوجل تمہاری میت کی مغفرت فرمائے۔

مجلس تعزیت میں میت کے لیے دعائے مغفرت

تعزیت کی مجلس میں میت کی مغفرت کے لئے سورہ اخلاص، سورہ فاتحہ، درود پاک پڑھا جائے۔ اگر چہ یہ ان امور کو فرائض اور واجبات نہیں مگر یہ امور جائز اور مستحب ہیں اس لئے کہ ترمذی شریف میں یہ روایت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ مجلس جس میں بیٹھنے والے اللہ کا ذکر نہ کریں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک نہ پڑھیں تو مجلس ان کے لئے باعث نقصان اور باعث حسرت ہوگی [2]۔

پس فاتحہ، اخلاص اور درود شریف بھی اللہ عزوجل کا ذکر ہے لہٰذا ان کا پڑھنا مستحب ہے۔ یہ کہنا کہ اس حدیث سے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا تو ثابت

---

[1] مراقی الفلاح بحوالہ مشکوٰۃ۔ ۱/۳۶۷

[2] جامع ترمذی: ۲/۵۶۸

ہے لیکن یہاں تو بالخصوص الحمد شریف پڑھتے ہیں تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً حدیث پاک مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ وافضل الدعا الحمد للہ ﴾ [1]

کہ افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ اور بہترین دعا الحمد للہ ہے۔

چونکہ یہاں دعا کا مقام ہے لہٰذا ہم سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں۔

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

جس وقت تم اللہ عزوجل سے سوال کرو سیدھی ہتھیلیوں سے کرو نہ کہ الٹی ہتھیلیوں سے [2]۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ عزوجل سے سوال کرو تو سیدھی ہتھیلیوں سے سوال کرو اور الٹی ہتھیلیوں سے نہ کرو اور ان سے اپنے مونہوں پر مسح کرو۔

جامع ترمذی میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو ان کو نیچے کرنے سے پہلے اپنے چہرے پر پھیرتے۔

ان احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ جس وقت بندہ اپنے رب سے سوال کرے تو سیدھے ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور ان احادیث میں کسی وقت کی تخصیص نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ میت کے لئے دعائے مغفرت کے وقت بھی ہاتھوں کا اٹھانا جائز بلکہ مستحب ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری اہلحدیث لکھتے ہیں

تعزیت میں سنت تو یہ ہے کہ مردے کے پسماندگان کو تسلی دی جائے۔ اس ضمن میں مردے کے لئے دعا بھی کر دی جائے تو گناہ نہیں جو صورت سوال میں ممکن ہے سنت نہیں۔ میرے نزدیک حرام اور گناہ بھی نہیں۔ [3]

---

[1] جامع ترمذی: ۲/۵۶۸

[2] شرح صحیح مسلم۔ ۷/۴۳۷

[3] فتاویٰ ثنائیہ۔ ۲/۵۳

مندرجہ بالا تشریحات سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ میت کے اہل خانہ کے ہاں تعزیت کے لئے جانا اور ان کی میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا شرعاً جائز بلکہ یہ امور مستحب ہے۔ وہ لوگ جو تعزیت کے لئے جاتے ہیں اور میت کے لیے دعا کرنے کو بدعت اور ناجائز کہتے ہیں ہم ان سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ کوئی ایسی متواتر، اگر متواتر نہیں تو مشہور اور اگر مشہور نہیں تو صحیح خبر واحد ہی پیش کر دیں جس میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعزیت کرنے اور میت کے لئے بخشش کی دعا کرنے سے منع کیا ہو۔

متفرق مسائل

- غیر مسلموں کو بھی مناسب الفاظ سے تعزیت کرنا جائز ہے۔ جس میں مغفرت وغیرہ کا ذکر نہ ہو۔
- کسی گھر یا مسجد میں تین دن تک لوگوں کی تعزیت قبول کرنے کے لئے میت کے رشتہ دار بیٹھ سکتے ہیں۔
- شارع عام پر بیٹھ کر تعزیت کرنا مکروہ ہے۔

میت کے اہل خانہ کے لئے کھانا تیار کرانا

اگر کسی کا کوئی آدمی فوت ہو جائے تو قریبی رشتہ داروں کا میت کے اہل خانہ کے لئے کھانا پکا کر لے جانا، ان کی مدد اور ان کی دلجوئی کرنا جائز بلکہ سنت ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد گرامی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آل جعفر کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ انہیں ایسی خبر پہنچی ہے جس نے ان کو کھانا پکانے سے غافل کر دیا ہے [1]۔

میت والے چونکہ رنج والم میں مبتلا ہوتے ہیں لہٰذا ان کے لواحقین میں سے یا پڑوسیوں میں سے کوئی ان کے لئے کھانا بھیجے تو یہ صلہ رحمی ہے۔ ان کی دلجوئی کرنا اور تسلی دینا

---

[1] سنن ابی داود: ۲/۵۲۷

بہت ضروری ہے اصرار کر کے انہیں تھوڑا بہت کھانا ضرور کھلانا چاہئے۔ لیکن ایسے وقت میں پر تکلف ضیافت کا اہتمام کرنا یا نام ونمود کی خاطر اسے ایک خوشی کی تقریب بنا دینا اچھا عمل نہیں۔ یہ خیال رہے جیسا کہ ہمارے ہاں رسم ورواج ہیں کہ پابند کیا جائے کہ فلاں رشتہ دار ہی کھانا پکائے، اس کا حق بنتا ہے چاہے وہ کتنا غریب ہو، چاہے کہیں سے قرض اٹھائے اس طرح کسی کو پابند نہیں کیا جا سکتا۔

میت پر ماتم کرنا (نوحہ کرنا)

نوحہ یعنی میت کے اوصاف مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے بلند آواز سے رونا جسے بین کہتے ہیں حرام ہیں۔ یونہی گریبان پھاڑنا، منہ نوچنا، بال کھولنا، سر پر خاک ڈالنا، ران پر ہاتھ مارنا، سینہ پیٹنا یہ سب جاہلیت کے کام ہیں اور حرام ہیں۔ یونہی سوگ کے لئے سیاہ کپڑے پہننا اس میں نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے۔ البتہ رونے میں اگر آواز بلند نہ ہو تو اس کی ممانعت نہیں کیونکہ یہ انسان کا فطری تقاضا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ کو بخوشی سننے والی پر لعنت فرمائی ہے [1]۔

سوگ منانا

تین دن تک سوگ منایا جا سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں۔ لوگ آئیں، فاتحہ پڑھیں اور اظہار تعزیت کریں۔ اس سے سوگوار خاندان کو ہمدردی ومحبت کا احساس ہوتا ہے۔ گویا تمام مسلمان بھائی اس کے غم میں شریک ہیں۔ اس سے حوصلہ صبر اور اخوت اسلامی کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔

ہاں ہر روز آنے والے اہل خانہ کے آرام، کام اور ضروریات کا بھی خیال رکھیں۔

---

[1] سنن ابی داؤد: ۲/ ۵۲۶

وہاں بیٹھ کر گپ شپ لگانا، کھانا پینا اور اہل میت پر بوجھ بننا کسی طرح بھی جائز نہیں بلکہ گناہ ہے کیونکہ یہ ان کے صدمہ میں اضافہ کرنا ہے۔

میت پر رونا

رونے میں اگر آواز بلند نہ ہو تو رونے میں ممانعت نہیں کیونکہ یہ انسان کا فطری تقاضا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا سر تھا اور ان کا سانس ٹوٹ رہا تھا۔ پس رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے اور فرمایا آنکھیں آنسو بہاتی ہیں دل کو صدمہ پہنچ رہا ہے۔ لیکن ہم منہ سے کچھ نہیں کہتے مگر وہی بات جس سے ہمارا پرودگار راضی ہوتا ہے بے شک اے ابراہیم ہم تمہارا غم اٹھا رہے ہیں۔

مصیبت کے وقت صبر کرنا

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صبر کی تین اقسام ہیں:

(۱) مصیبت پر صبر کرنا، (۲) اطاعت پر صبر کرنا، (۳) معصیت پر صبر کرنا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صبر کی دو قسمیں ہیں:

مصیبت کے وقت صبر کرنا اچھا ہے اور اس سے بھی اچھا صبر ہے اللہ کے محارم سے صبر کرنا (یعنی نفس کو حرام کاموں سے روکنا)۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں نصف صبر اور نصف شکر ہے۔

ابی امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان اگر تو مصیبت یا صدمہ کے وقت صبر کر کے مجھ سے اجر چاہے تو میں تجھے اس کے بدلے میں جنت عطا کردوں گا [1]۔

---

[1] سنن ابن ماجہ۔ ۱/۴۵۲

مندرجہ بالا روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل ایمان کو مصیبت کے وقت صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے بلکہ شکر کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جس کے دو نابالغ بچے مر گئے وہ ان کے سبب جنت میں جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس کا ایک بچہ فوت ہو جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے بھلائی کی توفیق دی گئی ایک بچے والے کا بھی یہی حکم ہے۔ پھر عرض کیا کہ جس کا کوئی بچہ فوت نہ ہوا ہو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت کا جنت کی طرف قائد ہوں کیونکہ انہیں میرے وصال سے زیادہ صدمہ نہیں پہنچا [1]۔

مرنے والے کے متعلق اچھے کلمات کہنا

مرنے والے کے متعلق اچھے کلمات کہے جائیں کیونکہ اچھے کلمات پر بھی اللہ تعالیٰ مرنے والے کو جنت عطا فرماتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا صحابہ کرام نے اس کی اچھی تعریف کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی (جنت) پھر فرمایا تم زمین میں اللہ عزوجل کے گواہ ہو [2]۔

ابواسود ویلمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں کچھ لوگ جنازہ لے کر گزرے اور انہوں نے اس کی اچھی تعریف کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واجب ہوگئی، ابواسود فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کیا چیز واجب ہوگئی ہے تو آپ نے فرمایا میں اسی طرح کہتا ہوں کہ جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس مسلمان کے حق میں تین آدمی گواہی دے دیں اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا اور دو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہاں دو بھی۔ ہم نے ایک کے بارے میں نہیں پوچھا [3]۔

---

[1] جامع ترمذی: ۵۴۵/۱

[2] جامع ترمذی: ۵۴۳/۱

[3] جامع ترمذی: ۵۴۳/۱

عورت کی عدت کا بیان

عدت کی تعریف

شوہر کے طلاق دینے یا اس کی وفات پا جانے کے بعد عورت کا نکاح ممنوع ہونا اور ایک زمانہ معینہ تک انتظار کرنا اسے اصطلاح شرع میں عدت کہتے ہیں۔

عورت کے لئے انتظار کی مدت متعین کرنے میں بہت زیادہ حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ بیوہ کا مسئلہ بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا۔ بیوہ کے ساتھ دنیا کے کسی دوسرے مذہب نے کوئی خاص توجہ نہیں برتی بلکہ بعض مذہبوں نے توستی وغیرہ کو جائز کر کے بیوہ کو زندہ جلا دیا ہے۔ اسلام نے بیوہ کو پوری طرح زندہ رہنے بلکہ سہاگنوں کی طرح زندہ رہنے کا حق عطا کیا ہے۔ البتہ اسے چند امور کا پابند بنایا ہے۔

عدت کے احکام و مسائل

(۱) وہ زمانہ عدت میں باہر نہ نکلے، (۲) بناؤ سنگھار نہ کرے۔ (البتہ زمانہ معینہ گزر جانے پر اسے اختیار ہے کہ جس جائز شرعی طور پر چاہے اپنی زندگی گزارے۔ عدت وفات کے دوران صرف یہی مقصود نہیں کہ عورت کا حاملہ یا غیر حاملہ ہونا معلوم ہو جائے بلکہ شوہر کی موت کا سوگ بھی ہے جو کہ چار ماہ دس دن ہے یعنی دسویں رات بھی گزر رے۔) (۳) عورت خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔ عدت میں نکاح حرام قطعی ہے (۴) نکاح تو بڑی چیز ہے قرآن عظیم نے عدت میں نکاح کے صریح پیغام کو بھی حرام فرمایا۔ (۵) عدت کے دوران نکاح کا وعدہ کرنا کہ عدت گزرنے کے بعد نکاح ہوگا یہ بھی حرام ہے۔

عدت کی مدت

(۱) طلاق کی صورت میں تین حیض ہے۔

(۲) وفات کی صورت میں چار ماہ دس دن ہے۔

ایصال ثواب کی شرعی حیثیت

اسلام میں ایصال ثواب کا تصور مستحکم بنیادوں پر استوار ہے۔ جمہور اہل اسلام کا اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ زندوں کے نیک عمل کا اجر ان کے مرحومین کو بھی ملتا ہے کیونکہ نیکی ایسا عمل ہے جو کبھی ضائع نہیں جاتا۔ اس کی برکات و فیوضات کا دائرہ صرف فرد واحد تک محدود نہیں بلکہ دوسرے بھی نیکی کے حصار رحمت میں امن وسکون اور عافیت کی دولت سے نوازے جاتے ہیں۔ نیز نیکی اور عمل خیر کے اثرات زمان و مکان اور موت وحیات کے دائروں میں مقید نہیں بلکہ دنیا و آخرت کی ساری کامیابیاں اسی کے حصار اماں میں سمٹی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ قرون اولیٰ سے لیکر آج تک مسلمانوں کے ہاں میت کے ایصال ثواب کے لئے جو خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے، کبھی تلاوت و ذکر کی محفل کی صورت میں اور کبھی مالی صدقہ وخیرات کی صورت میں اس کا مقصد اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ اللہ عزوجل ہمارے بزرگوں اور رشتہ داروں کے ساتھ درگزر فرمائے۔ اگر وہ خود نیک اور صالح تھے تو اس اہتمام سے ان کے درجات میں بلندی نصیب ہوتی ہے اور اگر گنہگار ہوں تو اس سبب سے اللہ عزوجل ان کی بخشش و مغفرت فرماتا ہے۔ یہ بالکل سیدھی سادھی بات تھی جو ہر دور میں اسلامی معاشرے کا معمول رہی۔ لیکن برا ہو نظری اختلافات کا کہ اس نے ایسے غیر متنازع اور نفع بخش امور کو بھی متنازعہ اور مختلف فیہ بنا دیا ہے۔

ہمارے ہاں جن فروعی معاملات میں جھگڑے، تصادم اور مناقشات ہوتے رہے ہیں ان میں ''ایصال ثواب'' کی مختلف صورتیں بھی ہیں۔ آئے روز جنازوں کی دعاؤں، قل اور چہلم کے موضوعات زیر بحث رہتے ہیں۔ ان غیر ضروری تنازعات نے ملکی سرحدیں پھلانگ کر یورپ وافریقہ کے اسلامی مراکز کو بھی براہ راست متاثر کیا ہے۔ لوگ ایمان اور

کفر کا مسئلہ بنا کر ان مسائل میں الجھتے ہیں اور اپنی ساری توانائیاں فروعی معاملات میں کھپا کر مقصود اصلی سے لاتعلق رہتے ہیں۔ اس صورت حال کو دیکھ کر قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اللہ عزوجل ہماری صراط مستقیم کی جانب راہنمائی فرمائے۔ (آمین)

ایصال ثواب کا مفہوم

ایصال ثواب سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی عمل صالح کا ثواب کسی دوسرے کو پہنچائے۔ جمہور مسلمانوں کے نزدیک کسی انسان کا اپنے کسی نیک عمل کا ثواب زندہ یا مردہ کو پہنچانا درست اور جائز فعل ہے۔ خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ، تلاوت قرآن، ذکر، طواف یا حج وعمرہ ہو یا اس کے علاوہ بھی کوئی نیک عمل

فقہ حنفی کے مشہور امام علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿فللانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره عند اهل السنة والجماعة صلوة كان اوصوما او حجا اوصدقة اوقراة للقران او الاذكار اور غير ذلك من انواع البر ويصل ذلك الى الميت و ينفعه﴾ [1]

(اہل سنت کے نزدیک یہ جائز ہے کہ کوئی انسان اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو پہنچائے خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا حج یا صدقہ یا تلاوت قرآن یا ذکر یا اس کے علاوہ نیک اعمال میں سے کوئی بھی عمل ہو اور ان کے اعمال کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اسے فائدہ بھی دیتا ہے)۔

لہٰذا شریعت اسلامیہ میں یہ طے شدہ امر ہے کہ ایک شخص کی دعا اور نیک عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے، ایک کی نیکی سے دوسرے کو برکت ملتی ہے، ایک کی شفاعت سے دوسرے کی بخشش ہوتی ہے اور ایک کی کوشش سے دوسرے کو درجات میں بلندی

---

[1] حاشیہ الطحطاوی المراقی الفلاح ص ۳۴۱

نصیب ہوتی ہے اور اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے اور اس کی خلاف ورزی باعث گمراہی اور بے دینی ہے اور انجام دہی ذریعہ بخشش ونجات ہے۔

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں نقل فرماتے ہیں کہ طبرانی نے الاوسط میں مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت مرحومہ امت ہے۔ گناہ اپنے ساتھ لے کر قبروں میں جائے گی اور قبروں سے بے گناہ ہو کر نکلے گی، مومن اس کے لئے دعائے مغفرت کریں گے جس کی وجہ سے گناہوں سے خالص (پاک) ہو جائے گی۔

قرآن کریم اور ایصال ثواب

﴿وَالَّذِيْنَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ [1]

(اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے)۔

میں کہتا ہوں کہ یہ امر ظاہر ہے کہ زندوں کی دعاؤں سے مردوں اور زندوں دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور یہ بات صرف اسی امت کے لئے مخصوص نہیں بلکہ انبیاء سابقین نے اپنے متعلقین کے لئے دعا اور استغفار کی التجائیں کیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے والدین اور تمام مومنین کے لئے دعا فرمائی۔

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ

[1] الحشر: ۱۰

وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ [1]

(اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور سب عورتوں کو)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والدین اور مومنین کے لیے دعا فرمائی:

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ [2]

(اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا)۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا:

﴿لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ﴾ [3]

(آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف فرمائے)۔

برادران پھر یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے درخواست کی۔

﴿یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا کُنَّا خٰطِئِیْنَ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ [4]

(اے ہمارے باپ گناہوں کی معافی مانگئے بے شک ہم خطاوار ہیں۔ کہا جلد میں تمہاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ

---

[1] سورہ نوح:۲۸

[2] سورہ ابراہیم:۴۱

[3] سورہ یوسف:۹۲

[4] سورہ یوسف:۹۷/۹۸

الرّٰحِمِیْنَ ﴾ [1]

(اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو بخش اور ہمیں اپنی رحمت کے اندر لے لے اور تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے)۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ﴾ [2]

(اور فرشتے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے ہیں اور زمین والوں کے لئے معافی مانگتے ہیں)۔

﴿ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا ﴾ [3]

(کہ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا)۔

﴿ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ کُلُّ امْرِیءٍۭ بِمَا کَسَبَ رَهِیْنٌ ۝۲۱ ﴾ [4]

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ پیروی کی ہم (جنت میں) ان کی اولاد ان سے ملا دیں گے اور ہم ان کے اعمال (کی جزا) میں کچھ کمی نہ کریں گے۔

مذکورہ آیات کریمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک شخص کے عمل کا دوسرے کو

---

[1] سورہ اعراف:۱۵۱

[2] شوریٰ:۵

[3] النسا:۱۱

[4] الطور:۲۱

فائدہ پہنچتا ہے اور نہ صرف یہ کہ لواحقین کے عمل کا ثواب میت کو پہنچتا ہے بلکہ قرآن کی رو سے کسی صالح متقی مومن بزرگ کے عمل کا فائدہ بعد میں آنے والی زریت کو بھی ہوتا ہے۔

احادیث نبویہ اور ایصال ثواب کا ثبوت

1. ﴿عن عائشه رضی اللہ عنہا ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال یا رسول اللہ ان امی افتلتت نفسها ولم توص واظنها لو تکلمت تصدقت افلها اجر تصدق عنها قال نعم﴾ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہے جس کی وجہ سے وصیت نہیں کر سکی میرا گمان ہے کہ اگر وہ بولتی تو صدقہ کرتی اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انہیں اجر ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔

2. ﴿عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا تصدق احدکم بصدقۃ تطوعا فلیجعلها عن ابویه فیکون لهما اجرها ولا ینقص من اجره شیئا﴾ [2]

(حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص نفلی صدقہ کرے اور اس کو اپنے والدین کی طرف سے کردے تو اس کے والدین کو اس کا اجر ملتا ہے اور اس کے اجر سے بھی کچھ کمی نہیں ہوتی)۔

3. ﴿عن ابی هریره قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلاث صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع به او ولد صالح یدعو له﴾ [3]

---

[1] صحیح بخاری۔ ۱/۵۷، صحیح مسلم۔ ۲/۴۱۶

[2] شرح الصدور۔ ۴۹۳

[3] صحیح مسلم۔ ۲/۴۱۷، تفسیر مظہری ۱۱/۱۷۷، ضیا القرآن: ۵/۳۸

(حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے بجز تین اعمال کے کہ ان کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے)۔

۴ ﴿عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ لیرفع الدرجة للعبد الصالح فی الجنة ویقول یارب انی لی هذه فیقول باستغفار ولدك لك﴾ [1]

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جنت میں کسی عبد صالح کے درجے کو بلند کرتا ہے تو وہ بندہ پوچھتا ہے یارب میرا درجہ کیسے بلند ہوا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرے لڑکے نے تیرے لیے استغفار کی (اس کی برکت سے تیرا درجہ بلند ہوا)۔

۵ ﴿عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما المیت فی القبر الا شبه الغریق المتغوث ینتظر دعوة ملحقة من اب وام او ولد او صدیق ثقة واذا الحقته كانت احب الیه من الدنیا وما فیها وان اللہ لیدخل علی القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال وان هدیة الاحیاء الی الاموات الاستغفار لهم﴾ [2]

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر میں میت کی مثال ڈوبنے والے کی طرح ہوتی ہے جو فریاد کر رہا ہوتا ہے اور اس چیز کا منتظر ہوتا ہے کہ اس کے باپ اس کی ماں یا لڑکے یا باوفا دوست کی دعا اسے پہنچے اور جب وہ دعا اسے پہنچتی ہے تو اس کی قدر ومنزلت اس کے نزدیک دنیا ومافیہا سے زیادہ ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل اہل زمین کی دعاؤں کی برکت سے قبروں پر رحمت کے پہاڑ

---

[1] رواہ احمد، رواہ طبرانی، ضیاء القرآن: ۳۸/۵، تفسیر مظہری: ۱۷۷/۱۱

[2] رواہ بیہقی والدیلمی، ضیاء القرآن: ۳۸/۵، مشکوۃ باب الاستغفار، تفسیر مظہری: ۱۷۷/۱۱

بھیجتا ہے اور اموات کے لئے دوستوں کا تحفہ یہ ہے کہ وہ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں)۔

۶ ﴿عن انس سمعت رسول الله ﷺ يقول ما من اهل بيت يموت منهم ويتصدقون عنه بعد موته الا اهدى له جبرائيل على طبق من نور ثم يقف على شفير القبر فيقول يا صاحب القبر العميق هذه هدية اهداها اليك اهلك فاقبلها فيدخل عليه فيفرح بها فيستبشر ويحزن جيرانه الذين لا يهدى اليهم شئ﴾ [۱]

(حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جب کوئی شخص کسی گھر سے فوت ہوتا ہے اور گھر والے اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں تو جبرائیل امین نور کے تھال پر اسے رکھتے ہیں پھر اس کی قبر کے دہانے پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں اے گہری قبر کے رہنے والے یہ ہدیہ ہے جو تیرے گھر والوں نے تیری طرف بھیجا ہے اور اس کو قبول کر اس کی خوشی اور مسرت کی کوئی حد نہیں رہتی اس کے پڑوسی جن کی طرف کوئی ہدیہ نہیں بھیجا جاتا وہ بڑے غمناک ہوتے ہیں)۔

احادیث مبارکہ سے یہ واضح ہوا کہ اپنے والدین، بزرگ، اساتذہ، عزیز و اقارب کی بخشش و مغفرت اور بلندی درجات کے ایصال ثواب کے جائز طریقوں سے جو بھی طریقہ اپنایا جائے وہ درست ہے اور اللہ عزوجل ضرور نفع پہنچاتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو ہماری طرف سے نیکی اور بھلائی کے مستحق بھی سب سے زیادہ یہی لوگ ہیں جو ہم سے پہلے مہلت عمل ختم کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اگرچہ موت کے ساتھ نامہ اعمال تو بند ہو جاتا ہے لیکن اللہ عزوجل کی رحمت کا دروازہ کھلا رہتا ہے اور اس کی رحمت گنہگاروں کی بخشش کے بہانے تلاش کرتی رہتی ہے۔

عبادات مالیہ و بدنیہ کا ثواب

سابقہ صفحات میں قرآن و حدیث سے ایصال ثواب کا جواز فراہم کیا گیا۔ اب

---

[۱] رواہ طبرانی فی الاوسط، تفسیر مظہری: ۱۷۹/۱۱، ضیاء القرآن: ۳۹/۵

بعض لوگ اس بات پر بضد ہوتے ہیں کہ عبادات مالیہ کا ثواب نہیں پہنچتا یا بعض کہتے ہیں کہ عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا۔

مفسر قرآن حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہم اپنے اعمال کا ثواب اپنے والدین اور دوسرے مومنین کو پہنچا سکتے ہیں اور اس سے انہیں فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ اصولی طور پر تمام علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے۔ تفصیلات میں کچھ اختلاف ہے جس کا خلاصہ پیش نظر ہے:

عبادات کی کئی قسمیں ہیں مثلاً نماز، روزہ، تلاوت قرآن اور خالص مالی عبادات جیسے صدقات وغیرہ، مالی اور بدنی عبادت کا مرکب جیسے حج وغیرہ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خالص بدنی عبادات کا ثواب دوسرے کو نہیں پہنچ سکتا البتہ عبادات کی دوسری دو قسموں کا ثواب دوسرے کو پہنچ سکتا ہے۔ لیکن احناف کا مسلک یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ہر نیک عمل کا ثواب دوسرے کو بخش سکتا ہے۔ خواہ اس نیک عمل کا تعلق عبادت کی کسی قسم سے ہو۔ نماز، روزہ، تلاوت قرآن کریم، ذکر، صدقہ، حج، عمرہ جو نیک عمل بھی وہ کرے اس کے بارے میں وہ اللہ عزوجل کے حضور عرض کر سکتا ہے کہ یا الٰہی اس کا ثواب فلاں شخص کو پہنچا۔ اس بارے میں اتنی کثرت سے واضح احادیث موجود ہیں کہ کوئی مسلمان اس کے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا [1]۔

مفسر قرآن شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی صاحب

فوت شدہ لوگوں کے لئے عبادات کا ثواب پہنچانا جائز ہے۔ عبادات مالیہ کے ایصال ثواب میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے البتہ عبادات بدنیہ کے ایصال ثواب میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب پہنچانا جائز ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے عبادات بدنیہ کے دو قول ہیں اور معتزلہ کسی چیز کے ایصال ثواب کے قائل نہیں [2]۔

---

[1] ضیاء القرآن: ۳۸،۳۷/۵

[2] شرح صحیح مسلم: ۹۲۸/۲

عبادات مالیہ اور بدنیہ کی چند مثالیں

1 کسی غیر کی طرف سے نفل نماز ادا کرنا

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ جل جلالہ مسجد عشار (جو بصرہ کی ایک بستی ابلہ میں واقع ہے) سے ایسے شہیدوں کو اٹھائے گا کہ شہدائے بدر کے سوا کوئی ان کے ساتھ کھڑا نہ ہوگا۔ ایک وفد وہاں جانے لگا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس وقت حرم کعبہ میں تھے وہ نہیں جاسکتے تھے لہٰذا آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی وجہ سے کہا کہ تم میں سے کون ہے جو مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے جو مسجد عشار میں میرے لئے دو چار رکعتیں پڑھے اور پڑھ کر کہے:

(ھذہ لابی ھریرہ) یہ (دو نفل) حضرت ابی ہریرہ کے لیے ہیں [1]۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نفل نماز پڑھ کر ایصال ثواب کرنا جائز عمل ہے۔ بزرگوں کا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایصال ثواب کرنے کے لیے نوافل پڑھا کرتے تھے۔

2 روزے کا ایصال ثواب

امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

﴿عن عائشة زوج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من مات وعلیه صیام صام عنه ولیه هذا اسناد صحیح﴾ [2]

---

[1] سنن ابوداود۔ ۲۴۴ / ۲، ایصال ثواب کی شرعی حیثیت ۷۶

[2] سنن دار قطنی: ۱۹۵ / ۲، ایصال ثواب کی شرعی حیثیت ۷۶

(ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے (یعنی فدیہ دے) اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔

﴿عن ابن عباس قال جائت امراۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالت ان اختی ماتت و علیھا صوم، قال لو کان عنھا دین اکنت تقتضیہ؟ قالت نعم قال فحق اللہ احق﴾ [1]

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آکر کہا کہ میری بہن فوت ہوگئی ہے اور اس پر روزے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر اس پر قرضہ ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ اس نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا اللہ عزوجل کا قرض ادائیگی کا زیادہ حقدار ہے)۔

۳ حج کا ایصال ثواب

﴿عن ابن عباس امراۃ عن جھینۃ جاءت الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالت ان امی نذرت ان تحج حتی ماتت افا حج عنھا قال نعم حجی عنھا ارایت لو کان علی امك دین اکنت قاضیہ۔ اقضوا اللہ فان اللہ احق بالوفاء﴾ [2]

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جہینہ کی ایک عورت آئی اور اس نے کہا میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہوگئی، کیا میں ان کی طرف سے حج کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کرو یہ بتاؤ کہ اگر

---

[1] سنن دار قطنی۔ ۱۹۵ / ۲

[2] صحیح بخاری: ۷۵۷ / ۱

تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟۔اس نے کہا ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ عزوجل کا قرض بھی ادا کرو کیونکہ وہ ادا کئے جانے کا زیادہ حقدار ہے)۔

اس حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دلیل بھی عطا کردی کہ کوئی کسی کی طرف سے قرض کی ادائیگی جیسا عمل کرے تو وہ قرض ادا ہو جاتا ہے تو نیکی کا عمل کیوں نہیں ادا ہو سکتا۔ والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے حج کرنے کا اجر بیان کرتے ہوئے تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿من حج عن والديه بعد وفاتهما كتب الله له عتقا من النار﴾ [1]
(جس نے اپنے والدین کے انتقال کے بعد ان کی طرف سے حج کیا اللہ عزوجل اس کو دوزخ کی آگ سے آزاد کردے گا)۔

④ قربانی کا ایصال ثواب

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر بھر کم وبیش ہر سال دو قربانیاں دیں ایک قربانی اپنی اور اپنے اہل بیت کی طرف سے اور دوسری قربانی اپنی امت کی طرف سے دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کرتے:

﴿اللهم تقبل من محمد وال محمد ومن امة محمد﴾ [2]
(اے اللہ عزوجل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس قربانی کو قبول فرما)۔

⑤ تلاوت قرآن مجید کا ایصال ثواب

حضرت انس فرماتے ہیں کہ:

---

[1] شرح الصدور بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان۔ ۴۹۴

[2] سنن ابی داؤد: ۲/۳۹۲

﴿ان رسول اللہ ﷺ قال من دخل المقابر فقراء سورہ یٰسین حففف اللہ عنھم وکان لہ بعدد من فیھا حسنا﴾ [1]

(حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں گیا اور سورہ یٰسین تلاوت کی، تو اللہ عزوجل اہل قبور پر عذاب میں تخفیف فرمادے گا جبکہ پڑھنے والے کو بھی اس کے اندر جتنے مردے ہیں ان کی مقدار میں نیکی ملتی ہیں)۔

٦ تسبیح وتکبیر (ذکر) کا ایصال ثواب

﴿عن جابر بن عبداللہ قال خرجنا مع رسول اللہ یوما الی سعد بن معاذ حین توفی قال فلما صلی علیہ رسول اللہ ﷺ ووضع فی قبرہ و سوی علیہ سبح رسول اللہ ﷺ فسبحنا طویلا ثم کبر فکبرنا فقیل یا رسول اللہ ﷺ لم سبحت و کبرت قال لقد تضایق علی ھذا العبد الصالح قبرہ حتی فرج اللہ عزوجل عنہ﴾ [2]

(حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن معاذ فوت ہو گئے تو ہم حضور ﷺ کے ساتھ گئے، جب حضور ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھ لی اور انہیں قبر میں رکھ دیا گیا اور قبر کو برابر کر دیا گیا تو آپ ﷺ نے تسبیح فرمائی، پس ہم نے بھی طویل تسبیح کی، پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی ہم نے بھی تکبیر کہی، اس پر عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تسبیح و تکبیر کیوں فرمائی؟ ارشاد ہوا اس نیک بندے کی قبر تنگ ہوگئی تھی، ہم نے تسبیح و تکبیر کی، یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اس پر فراخی فرمادی)۔

---

[1] شرح الصدور۔ ٥٠١

[2] مسند احمد بن حنبل: ٣٦٠/٣، ایصال ثواب کی شرعی حیثیت: ٨١

پانی کا کنواں اور ایصال ثواب

﴿عن سعد بن عبادة انه قال یا رسول اللہ ﷺ ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء فحفر بئرا و قال هذه لام سعد﴾[1]

(حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ ﷺ حضرت ام سعد کا انتقال ہوگیا ہے پس کونسا صدقہ افضل ہے؟۔آپ نے فرمایا پانی۔ پس انہوں نے کنواں کھدوایا اور کہا یہ ام سعد کی طرف سے ہے)۔

پھلوں کے باغ کا ایصال ثواب

﴿عن ابن عباس ان سعد بن عبادہ توفیت امه و هو غائب عنها فقال یا رسول اللہ ان امی توفیت و انا غائب عنها اینفعها شئ ان تصدقت به عنها قال نعم قال فانی اشهدك ان حائطی المنحراف صدقة علیها﴾[2]

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ فوت ہوگئیں اور وہ موجود نہ تھے۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں غائب تھا اور میری والدہ فوت ہوگئیں، اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، انہوں نے کہا میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے پھلوں والا باغ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کر دیا ہے)۔

ان احادیث طیبات سے معلوم ہوتا ہے کہ زندہ اور مردہ کو عبادات مالیہ اور عبادت

---

[1] سنن ابی داؤد: ۱/۲۲۰

[2] صحیح بخاری۔ ۱/۳۸۶، ایصال ثواب کی شرعی حیثیت: ۸۴

بدنیہ سے ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔

ایصال ثواب کے جائز طریقے

یاد رہے کہ ہر دور میں امت اور ملت میں دو طرح کی خرابیاں بنیادی طور پر موجود رہیں ہیں:

❶۔افراط ❷۔تفریط

قرآن مجید نے اعتدال اور توازن کو حق کی علامت قرار دیا ہے۔ حضور ﷺ کی امت بھی امت وسط ہے یعنی اعتدال اور توازن کی راہ پر چلنے والی امت ہے۔ اس اعتدال میں زیادتی کی جائے اور ناجائز اضافے کئے جائیں تب بھی گمراہی، ضلالت، بگاڑ اور خرابی پیدا ہونے کا امکان ہے اور اس کے اصل محل سے گھٹایا جائے یا اس میں کمی کی جائے اور اس کے بعض معاملات کا انکار کیا جائے تو اس سے بھی شرعی تعلیمات میں خرابی، بگاڑ گمراہی اور ضلالت پیدا ہونے کا امکان پیدا ہوتا ہے۔

آج امت مسلمہ میں بھی دو طرح کی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ مقام افسوس یہ ہے کہ اس امت کا ایک دھڑا ایک طرف زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے اور دوسرا دھڑا دوسری طرف زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ ہمارے اندر کچھ لوگ وہ ہیں جو شریعت کے اندر ہی افراط کرتے ہیں، زیادتی سے کام لیتے ہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جو تفریط کرتے ہیں یعنی کمی سے کام لیتے ہیں۔ تفریط کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ صرف افراط کرنے والا گمراہ ہے اور افراط کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ صرف تفریط کرنے والا گمراہ ہے حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ زیادتی اور کمی کرنا دونوں گمراہی کا سبب ہے۔ اللہ عزوجل نے جس راہ کو راہ ہدایت قرار دیا وہ راہ اعتدال ہے اور اسلام بھی معتدل اور متوازن دین کا نام ہے اس اصول کو سامنے رکھ کر جب ہم ایصال ثواب کے مسئلے پر غور کرتے ہیں تو یہاں بھی ایصال ثواب کے جائز طریقوں میں ہمیں افراط وتفریط کی دونوں صورتیں کثرت کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ ذیل میں ان میں سے چند ایک کی نشاندہی کی جا رہی ہے تاکہ صحیح صورت واضح ہو جائے۔

ختم قرآن

ایصال ثواب کی مجالس میں چونکہ قرآن پاک کی آخری آیات پڑھی جاتی ہیں اس لیے انہیں ختم قرآن شریف کی مجالس کہا جاتا ہے۔

۱ قل خوانی / دعائے مغفرت

ایصال ثواب کا سب سے پہلے مسئلہ اس وقت آتا ہے جس وقت کوئی مسلمان انتقال کر جاتا ہے۔ جب کوئی انتقال کر جائے تو اس کے انتقال کے بعد تین روز تک تعزیتی نشست کرتے ہیں اور تعزیتی نشست کا تین روز تک اہتمام کرنا سنت ہے جیسا کہ تعزیت کے بیان میں بیان کیا گیا ہے۔

ہمارے ہاں یہ معمول ہے کہ تیسرے دن تعزیت کے اختتام کے وقت ہم ایصال ثواب کا اہتمام کرتے ہیں، قرآن خوانی کرتے ہیں، صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور اس کو قل خوانی کا نام دیتے ہیں۔ کچھ لوگ اس کو دعائے مغفرت یا دعائے خیر کا نام بھی دیتے ہیں۔ اس کو قل خوانی کہہ لیں یا دعائے خیر کا نام دے لیں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا دونوں نام جائز ہیں۔ قل خوانی سے مراد میت کے ایصال ثواب کے لئے ختم قرآن کی تقریب سعید کا اس طرح اہتمام کرنا کہ میت کے عزیز واقارت اور دوست احباب اکٹھے ہو کر تلاوت قرآن مجید کریں اور آخر میں قرآن مجید کے چاروں قل، سورۃ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی مخصوص آیات کی تلاوت کی جائے۔ اس تقریب میں قرآن خوانی کو ختم شریف کہتے ہیں اور ختم قرآن کے موقع پر اس طرح کا اجتماع کرنا شرعاً جائز ہے کیونکہ صحابہ کرام تابعین اور اکابر امت کا معمول رہا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی داوٗد رضی اللہ عنہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جو جلیل القدر تابعی ہیں صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

﴿کان انس بن مالك اذا ختم القرآن جمع اھله ودعا له﴾ [1]
(حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب قرآن مجید ختم کرتے تو اپنے اہل و عیال کو جمع کرتے اور دعا فرماتے)۔

امام نووی رضی اللہ عنہ نے اس باب میں مزید اکابرین کا بھی ذکر فرمایا ہے جن کے ہاں ختم قرآن کا اجتماعی طور پر اہتمام اور اس موقع پر دعا کرنے کا معمول تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاں تو ختم قرآن کے اہتمام کی یہ حالت تھی:

﴿عن ثابت البنانی قال کان انس بن مالك اذا اشفی علی ختم القرآن باللیل، بقی منه شیئا حتی یصبح فیجمع اھله فیجتمعه مَعَھُمْ﴾ [2]
(حضرت ثابت البنانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رات کو قرآن مجید شروع کرتے تو کچھ عرصہ صبح تلاوت کرنے کے لئے چھوڑ دیتے جب صبح ہوتی تو ان کے اہل وعیال اکٹھے ہو جاتے پس آپ ان کے ساتھ قرآن پاک ختم فرماتے)۔
ایک روایت میں ہے:

﴿من قراء القرآن ثم دعا امن علی دعابه اربعة الاف ملك﴾ [3]
(جو قرآن پاک ختم کرے پھر دعا کرے تو اس کی دعا پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں)۔

﴿عن علی رضی الله تعالی عنه من مر علی المقابر و قراء قل

---

[1] کتاب الاذکار النووی ۹۷، ایصال ثواب کی شرعی حیثیت ۹۴
[2] سنن دارمی: ۲/۳۳۲
[3] سنن دارمی: ۹/۳۳۷

ھو اللہ احد۔ احد عشر مرۃ ووھب اجرہ للاموات اعطی من

الاجر بعدد الاموات ﴾[1]

(ابو محمد سمرقندی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ جو شخص قبرستان میں سے گزرے اور گیارہ مرتبہ قل شریف پڑھ کر اہل قبرستان کو بخشے تو جتنے لوگ وہاں دفن ہوں گے ان کی تعداد کے برابر اسے ثواب ملے گا)۔

﴿ عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من دخل المقابر ثم قراء فاتحۃ الکتاب وقل ھو اللہ احد والھاکم التکاثر ثم قال انی جعلت ثواب ما قرأت من کلامك لاھل المقابر من المؤمنین والمؤمنات کانوا شفعاء لہ الی اللہ ﴾[2]

(ابو القاسم سعد ابن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو پھر سورۃ فاتحہ، قل شریف، سورۃ التکاثر پڑھے پھر یہ کہے کہ الٰہی میں نے تیرے کلام سے جو پڑھا اس کا ثواب اس قبرستان کے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بخشتا ہوں تو یہ لوگ قیامت کے دن اللہ عزوجل کی جناب میں اس کی شفاعت کریں گے)۔

﴿ عن انس بن مالك ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من دخل المقبرۃ فقراء سورۃ یٰسین خفف اللہ عنھم ﴾[3]

(حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

---

1. ضیاء القرآن: ۵/۳۹، تفسیر مظہری: ۱۱/۱۸۱، روح البیان: ۹/۲۵۰
2. ضیاء القرآن: ۵/۴۰
3. ضیاء القرآن: ۵/۴۰

کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہوتا ہے اور سورہ یٰسین کی تلاوت کرتا ہے تو اللہ عزوجل اہل قبور پر تخفیف کر دیتا ہے)۔

جب اس کثرت سے احادیث طیبات موجود ہوں تو پھر کسی مسلمان کو اس کا انکار زیب نہیں دیتا۔ جبکہ دعائے خیر سے مراد مرحوم کے درجات کی بلندی کے لئے دعائے خیر کرنا۔ ان دونوں اصطلاحات میں کون سا پہلو شریعت کے خلاف ہے؟۔ جو نام چاہیں استعمال کریں۔ اللہ عزوجل اور اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی نام تجویز نہیں کیا۔

۲ ساتواں

ایصال ثواب کی ایک صورت یہ ہے کہ میت کے دفن کے ساتویں روز تک یا جمعرات کو صدقہ وخیرات اور ختم قرآن پاک کے ذریعے ایصال ثواب کا اہتمام کیا جاتا ہے یہ صورت بھی شرعاً جائز ہے اور امر مستحسن ہے کیونکہ روایات سے ثابت ہے کہ جمعرات کو اعمال پیش ہوتے ہیں اور میت کی روح اپنے گھروں کا چکر لگاتی ہے کہ اس کے عزیز و اقارب اس کے لئے کس طرح ایصال ثواب کرتے ہیں اور یہ بھی روایات میں ہے کہ میت ساتویں روز تک آزمائش میں مبتلا رہتی ہے اس لئے دور تابعین میں ساتویں روز تک میت کی طرف سے کھانا کھلانے کو مستحب گردانا جاتا تھا۔

﴿عن طاؤس قال ان الموتی یفتنون فی قبورهم سبعا فكانوا یتحبون ان یطعم عنهم تلك الایام﴾ [1]

(حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک مردے اپنی قبروں میں سات دن تک آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں، سو وہ (ان دنوں میں) مردوں کی طرف سے کھانا کھلانا مستحب سمجھتے تھے)۔

امام احمد رضی اللہ عنہ نے کتاب زہد اور ابو نعیم رضی اللہ عنہ نے حلیہ میں حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے

---

[1] شرح الصدور: ۵۷، ایصال ثواب کی شرعی حیثیت: ۹۶

اس روایت کو نقل کیا ہے اور شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ المصابیح میں فرماتے ہیں۔

''اور مستحب ہے کہ میت کے اس دنیا سے جانے کے بعد سات دن تک اس کی طرف سے صدقہ وخیرات کیا جائے کہ میت کی طرف سے صدقہ و خیرات کرنا اسے فائدہ دیتا ہے۔اس سلسلہ میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور اس کے جواز میں خصوصاً احادیث وارد ہیں۔بعض علماء نے کہا ہے کہ میت کو صرف صدقہ اور دعا کا ثواب پہنچتا ہے۔بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ میت کی روح شب جمعہ کو اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے (اس کے گھر والوں میں سے) کوئی صدقہ کرتا ہے یا نہیں''۔ [1]

اسی بناء پر سات دن تک فوت شدہ کو ایصال ثواب کے لئے کسی مسکین کو کھانا کھلانا ہمارے معمولات میں شامل ہے۔

چالیسواں

جمہور مسلمانوں کے ہاں یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ وہ اپنے والدین اور بزرگوں کی وفات کے چالیسویں روز ان کے ایصال ثواب کے لئے خصوصی طور پر محافل اور صدقہ و خیرات کا اہتمام کرتے ہیں۔یہ جائز ہے اگرچہ یہ تعین شرعی نہیں اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ اسی دن ایصال ثواب ہو سکتا ہے آگے پیچھے نہیں بلکہ سہولت کی خاطر کسی بھی دن صدقہ و خیرات کیا جائے تو اس کا ثواب متعلقہ شخص کو پہنچ جائے گا۔مگر دن کا یہ تعین بھی باعث برکت اور خالی از حکمت نہیں کیونکہ بزرگوں نے چالیس کا عدد چلہ، اعتکاف کے لئے محنت اور مجاہدوں کے لئے وضع کیا ہے۔بعض لوگ تبلیغ کے لئے بھی چلہ لگاتے ہیں۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تبلیغ کے لئے روانہ کیا تو کیا چالیس دن کا تعین کیا تھا؟ کبھی نہیں۔

---

[1] اشعۃ اللمعات: ۷۱۶/ ۱

لیکن ہم تین دن، دس دن، سات دن اور چلہ متعین کرتے ہیں، اگر یہ سب کچھ جائز ہے تو ایصال ثواب کے لئے چالیسواں دن کیوں ناجائز ہو گیا؟ شریعت نے کسی شے پر ممانعت وارد نہیں کی اور چالیس کا عدد اس لئے بھی بہتر ہے کہ:

① از روئے قرآن اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام تو چالیس دن طور پر رہ پھر میں تجھ سے ہم کلام ہو جاؤں گا۔

② حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس دن غار حرا میں اعتکاف کیا۔

③ محدثین نے بھی چالیس کا عدد حدیث متواتر کے لئے فیض کیا جبکہ اربعین لکھنا تو محدثین کرام کا معمول رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اقرأ القرآن فی اربعین﴾ (جامع ترمذی)

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن چالیس دن میں ختم کیا کرو)۔

اس فرمان کے مطابق اگر گھر کے دس افراد ہوں اور سبھی ایک ایک قرآن پاک ختم کریں تو دس قرآن پاک پڑھے جائیں گے اور اگر ساتھ ہی عزیز واقارب اور دوست احباب بھی ختم قرآن کریں تو کئی ختم قرآن ہو جائیں گے۔

اس لئے چالیسویں کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ سب جمع ہو کر اپنی اپنی تلاوت کا ثواب اور دعا و استغفار کر کے مرحوم کو ایصال ثواب کر دیں جس سے مرحوم کو فائدہ پہنچے گا۔ لہٰذا یہ دین میں اضافہ نہیں بلکہ دین ہی کے مطابق عمل ہے کہ اس کی اصل ایصال ثواب دین میں موجود ہے اور سب حاضرین اسی پر عمل کر رہے ہیں۔ لہٰذا یہ اعداد کا تعین بھی من جانب اللہ ہو گیا ان تعینات میں کوئی شے از روئے شریعت ناجائز نہیں، یہ تو اس کے مباح اور جائز ہونے کی صورت ہے۔

ختم قرآن میں افراط کی صورت

پس اگر ایصال ثواب کے لئے دن کا تعین کیا تو اس میں اصلاً کوئی پابندی نہیں تھی

لیکن بعض حضرات نے اس جائز امر کو بڑھاتے بڑھاتے اضافہ کرتے کرتے اس کو وہ کچھ بنا دیا جو اصل روح کے بھی منافی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ایصال ثواب کو دکھاوے کی رسم بنا ڈالا مثلاً:

① ایصال ثواب کے نام پر پر تکلف دعوتوں کا اہتمام شروع ہوا جبکہ اصل میں میت کے ایصال ثواب کے لئے کھانا جو پکایا جائے وہ فقراء و مساکین کا حق ہے۔ اس کو پر تکلف دعوت میں بدلنا از روئے شریعت حرام ہے۔

② مدرسہ کے طلباء کو معاوضہ دے کر قرآن پڑھاتے ہیں جبکہ پیسے کے عوض قرآن پڑھنا حرام ہے اس سے ہم کس شے کا ثواب مرحوم کو پہنچا رہے ہیں۔

③ مدرسوں اور مکتبوں سے قرآن اکٹھے کئے جاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ مجھے چالیس قرآن مل گئے، کوئی کہتا ہے کہ مجھے چار سو قرآن مل گئے۔ ایصال ثواب کے ساتھ یہ کیا مذاق ہے چاہے دو پارے پڑھیں یا دس پارے پڑھیں، خود پڑھیں، عزیز و اقارب پڑھیں، طالب علم بھی آئیں وہ بھی پڑھیں، کرایہ پر کوئی نہ پڑھے۔ اس طرح پڑھے ہوئے دس پارے دس ختم قرآن سے بہتر ہیں۔

④ دعوت نامے جاری ہوتے ہیں، کئی مقامات پر بیٹے، بیٹیوں کو سوٹ دیئے جاتے ہیں۔ کچھ خدا کا خوف ہونا چاہیے کہ ہم نے مرگ کو شادی کیوں بنا دیا ہے۔

⑤ قرض اٹھا کر ایصال ثواب کرتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے، یہ سراسر ناجائز ہے۔

⑥ ایصال ثواب جب بھی کریں شریعت منع نہیں کرتی، لیکن سب سے بہتر ہے کہ قرآن خوانی خود کریں۔ ذکر و فکر کریں، صدقہ و خیرات کریں، فقراء کو اور مساکین کو کھانا کھلائیں۔ اس طرح یہ میت کی روح کے لئے باعث ثواب ہے اور اگر کچھ اور لوگوں نے بھی کھانا ہو تو جب اس پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ کھانا اس تلاوت کے باعث تبرکاً دوسروں پر بھی حلال ہو جاتا ہے کیونکہ قرآن خود کہتا ہے:

﴿فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ﴾ [1]

(سوتم اس سے کھایا کرو جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو)۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ ایصال ثواب اور صدقہ وخیرات کے لئے کھانا پکایا اور اس پر قرآن پڑھا اور حلال کر کے سارے بیٹھ کر خود کھایا اور مساکین و مستحقین کو پوچھا ہی نہیں۔

⑧ ہم نے اپنا پیٹ پالنے کے لیے یہ بھی نظام وضع کر لیا ہے کہ ایصال ثواب کے لئے جو کپڑے، پھل اور کھانا تیار کیا وہ سارا کچھ اٹھا کر مسجد کا امام لے گیا لوگ سمجھتے ہیں کہ جو نماز جنازہ پڑھانے اور قل خوانی کا بدل یہ ہے کہ سب کچھ امام صاحب کے پاس جائے حالانکہ امام مسجد ہونا یا خطیب ہونا ایصال ثواب اور صدقات کا حقدار ہونا نہیں۔

بزرگان دین کا عرس منانا

ایصال ثواب کے مروجہ طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ لوگ سالانہ ختم دلاتے ہیں۔ اپنے مشائخ، اولیاء، بزرگوں اور والدین کا دن متعین کرتے ہیں۔ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ایسا کرنا شرعاً جائز ہے اور قرآن وحدیث میں اس کی کوئی ممانعت نہیں۔ اس دن کو اصطلاحاً عرس قرار دینے کی بنیاد جامع ترمذی کی روایت ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں میت کے قبر میں داخلے کے بعد نکیرین کے سوال و جواب کا تفصیلی ذکر ہے اور اگر وہ مومن متقی ہے اور جملہ جوابات دے کر اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی پہچان لیتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے:

﴿نم کنوم العروس الذی لا یوقظه، الا حب اهله الیه﴾ [2]

(دلہن کی طرح سو جا جس کو گھر والوں میں محبوب ترین شخص ہی اٹھاتا ہے)۔

---

[1] الانعام:۱۱۸

[2] جامع ترمذی:۵۴۹/۱

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کے اولیاء، صلحاء اور بزرگان دین عرس مناتے چلے آئے ہیں اور جن کی وساطت سے دین ہم تک پہنچا وہ خود عرس کرتے تھے اور عرس مناتے تھے یہ کتابوں میں موجود ہے۔ لہٰذا یہ امر مشروع ہے اور جائز ہے۔

آج کے دور میں میلوں میں بھنگڑوں کی صورت میں جلوس بنا کر لانا بھنگڑوں کی صورت میں چادروں کو اٹھالانا، ناچ گانوں کے ساتھ آنا، چادروں پر پیسوں کی بارش کرتے چلے آنا، ڈھول ڈھمکے کے ساتھ آنا اور گویوں کو بلا کر سماع کے نام کی محفلیں کرنا اور ان کو قوالی کا نام دینا جو کہ خود قوالی کی توہین ہے۔ وہ لوگ جو باوضو نہیں ہوتے اور نابالغ ہیں اور بھنگی، افیمی، نشئی ہیں اور عاقل اور بالغ نہیں ہوتے اور صاحب نسبت بھی نہیں ہوتے، ان کے بارے میں اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایسی مجلسوں کا منعقد کرنا حرام ہے اور ایسی مجلسوں میں شریک ہونا بھی حرام ہے۔ عرس کی محفلیں منعقد کریں تاکہ آپ کی روحانیت دوبالا ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کو مذاق بنا ڈالیں۔

گیارہویں شریف

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ایصال ثواب کے لئے اسلامی ممالک اور دنیا بھر میں چاند کی گیارہ تاریخ کو ایصال ثواب کے ختم کا نظام مروج ہے جسے اصطلاحاً تاریخ کی نسبت سے گیارہویں شریف کہا جاتا ہے اس کو ناجائز قرار دینے کا شریعت میں کوئی سبب نہیں۔

گیارہویں شریف میں افراط کی مروجہ صورتیں یہ ہو سکتیں ہیں:

1. ایک صورت یہ ہے کہ جب کوئی گیارہویں شریف کا ختم نہیں دلواتا تو لوگ اس کو گناہ گار اور کافر قرار دینے لگتے ہیں ایسا نہیں کہنا چاہئے کیونکہ ختم گیارہویں شریف مستحب ہے فرض واجب نہیں۔
2. جہالتوں کے سبب دوسری خرابی یہ پیدا ہو جاتی ہے لوگ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ اگر ختم نہ دلوایا تو نقصان ہو جائے گا۔ یہ اعتقاد خلاف شریعت ہے اللہ عزوجل کے ولی تو پیکر رحمت ہوتے ہیں کوئی ختم دلوائے تب بھی دعا کرتے ہیں نہ دلوائے تب بھی دعا کرتے ہیں۔
3. تیسری خرابی اس کے اندر یہ پیدا کر رہے ہیں کہ نماز کے قریب گئے اور نہ روزے کے۔ فرائض بھی نذر انداز کر دیئے اور سنتیں بھی ترک کر دیں، جی بھر کر

حرام کھایا، رشوتیں کھائیں، غبن کئے غرضیکہ ہر برائی کرتے رہےاور یہ سمجھتے رہے کہ سال کے بعد میلاد شریف کی دیگیں پکائیں گے اور ہر ماہ گیارہویں شریف کا ختم دلوائیں گے تو شاید سارا کچھ معاف ہو جائے گا۔ یہ تصور دین کا چہرہ مسخ کرنے کے مترادف ہے۔

ختم دلوائیں اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ روحانی نسبت و برکت کا سبب ہے۔ ان کی روحانی خوشنودی کا سبب ہوگا لیکن اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ ان کے نقش قدم پر چلا جائے۔ سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا عالم یہ ہے کہ چالیس برس تک عشاء کی نماز کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے رہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ نماز کے قریب نہیں جاتے، روزے کے قریب نہیں جاتے، حرام کام کرتے ہیں، سبز لمبی قمیض پہن کر خود کو شرعی پابندی سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ ہر وہ کام کرتے ہیں جو شریعت میں حرام ہیں، دھمالیں ڈالتے ہیں، ناچتے ہیں، بھنگڑا ڈالتے ہیں اور پھر کہا جاتا ہے کہ یہ غوث پاک کا ملنگ ہے، حضور داتا صاحب کا ملنگ ہے۔ ایسے ملنگوں کو جو شریعت کا مذاق اڑانے والے ہیں حضرت داتا صاحب اور غوث پاک سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

ایصال ثواب پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل

1. حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کو ایصال ثواب کرنے کے لئے غلام آزاد کیا کرتے تھے [1]۔

2. حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن وفات پا گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے لئے غلام آزاد کیا اور فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ وفات کے بعد یہ چیزیں انہیں نفع پہنچائیں گی [2]۔

لہٰذا ہمارا عقیدہ ہے کہ ایصال ثواب صرف اس شخص کو پہنچتا ہے جو ایمان کی حالت میں فوت ہوا۔ جس کی موت کفر پر ہوئی اسے کوئی نفع نہیں پہنچتا۔

---

[1] شرح الصدور۔ ۴۹۶

[2] شرح الصدور۔ ۴۹۶

ایصال ثواب پر مانعین کے اکابر کے نظریات

جو لوگ ایصال ثواب کو بدعت، رسم، غیر شرعی کہتے ہیں ان کے اکابر کے نظریات درج کئے جاتے ہیں۔

علامہ حافظ ابن قیم

بعض متکلم بدعتی کہتے ہیں کہ مردے کو دعا کا ثواب پہنچتا ہے نہ کسی اور عمل کا۔ مگر صحیح حدیثوں کی رو سے یہ قطعی غلط ہے [1]۔

چونکہ جنازے کی نماز میں مردے کو فائدہ پہنچتا ہے اس لئے معلوم ہوا کہ دعا کا فائدہ یقینی ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ مردے کے لئے دعا خلوص سے کرو [2]۔

مولانا اسمٰعیل دہلوی

پس جو عبادت مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب کسی فوت شدہ کی روح کو پہنچائے اور جناب الٰہی میں دعا کرنا اس کے پہنچانے کا طریقہ ہے اور یہ بہت بہتر اور مستحسن طریقہ ہے۔ پس امور مروجہ یعنی اموات کے فاتحوں، عرسوں اور نذر و نیاز سے اس امر کی خوبی میں کچھ شک و شبہ نہیں [3]۔

مولوی سید محمد نذیر حسین (اہلحدیث)

فرماتے ہیں کہ بے شک میت کے واسطے جو کھانا بلا تعین ایام اور بلا آمیزش کسی بدعت کے بطور صدقہ کے فقراء و مساکین کو کھلایا جائے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے کیونکہ میت کی

---

[1] کتاب الروح: ۱۹۸

[2] کتاب الروح: ۱۹۹

[3] صراط مستقیم اردو: ۱۱۰

طرف سے صدقہ کرنے کا ثواب میت کو بلا شبہ پہنچتا ہے اور میت کے واسطے فقراء و مساکین کو کھانا کھلانا بھی میت کی طرف سے صدقہ کرنا ہے لہذا اس کا ثواب بھی میت کو پہنچے گا [1]۔

شیخ الحدیث ابو محمد عبدالستار (اہلحدیث)

لکھتے ہیں کہ ایصال ثواب صدقہ مالی سے کرو یا دعا کرو یا قرآن گھر میں پڑھ کر ایصال ثواب کرو تو جائز ہے۔ اصل اموات کے حق میں صدقہ مالی اور دعا کرنا کتب حدیث صحاح ستہ سے ثابت ہے اس پر عمل کرنا چاہیے [2]۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری سردار اہلحدیث

قرأت قرآن سے ایصال ثواب کے متعلق بلا تحقیق یہی فتویٰ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر کے ثواب میت کو بخشے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے بشرطیکہ پڑھنے والا خود بغرض ثواب بغیر کسی رسم و رواج کی پابندی کے پڑھے [3]۔

مزید لکھتے ہیں:

تعزیت میں سنت تو یہ ہے کہ مردے کے پسماندگان کو تسلی دی جائے۔ اس ضمن میں مردے کے لئے دعا بھی کر دی جائے تو گناہ نہیں۔ (نیز فرمایا) میرے نزدیک حرام اور گناہ بھی نہیں [4]۔

علامہ ابوالبرکات احمد اہلحدیث

اس سوال کے جواب میں کہ قبرستان میں کھول کر قرآن پڑھنا یا زبانی پڑھنا کیسا ہے وضاحت کریں۔۔۔ سائل عبدلغفور۔

---

[2] فتاویٰ ستاریہ: ۱۵۰/۴

[3] فتاویٰ ثنائیہ: ۳۹/۲

[4] فتاویٰ ثنائیہ: ۵۳/۲

جواب: اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد اس کے سرہانے پر سورۃ البقرہ کی اول آیت ھم المفلحون اور آخری آیت فانصرنا علی القوم الکفرین تک پاؤں کی طرف کھڑے ہو کر پڑھنے کی روایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً و مرفوعاً طبرانی، مسند احمد بزاز وغیرہ میں آئی ہے۔ بزاز کی روایت کو صاحب تنقیح الرواۃ نے تحسین کی ہے۔ معلوم ہوا کہ دفن کرنے کے بعد جائز ہو تو بعد میں بھی جائز ہے (الراقم ابوالبرکات احمد، تصدیق حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی)[1]۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند

لکھتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا۔ آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لاکھ پچھتر ہزار بار کلمہ کبھی پڑھا تھا (یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے) اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ دی۔ مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں وہ جوان ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے پھر سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ اپنی ماں کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ سو اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی ہے[2]۔

حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

دیوبندیوں کے قطب زمانہ رشید احمد گنگوہی اور حکیم الامت مولوی اشرف علی

---

[1] فتاویٰ برکاتیہ: ۱۷۴

[2] تحذیر الناس: ۳۴

تھانوی کے پیرومرشد فرماتے ہیں:

جب مثنوی شریف ختم ہوگئی اور بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا روم کی بھی نیاز کی جاویگی۔ گیارہ گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا تو آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسرے کے واسطے نہیں ہے بلکہ ناجائز و شرک ہے اور دوسرے خدائی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا یہ جائز ہے لوگ انکار کرتے ہیں۔ اس میں کیا خرابی ہے اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے۔ ایسے امور سے منع کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے [1]۔

مولانا رشید احمد گنگوہی دیوبندی

فرماتے ہیں ''اگر کسے ایں طور مخصوص بعمل آورد آں طعام حرام نمی شود بخوردنش مضائقہ نیست و ایں را ضروری دانستن مذموم است و بہتر آں بمیت کہ ہر چہ خواندہ ثواب آں بمیت رسانند و طعام را بہ نیت تصدق بفقراء خوانند و ثوابش نیز باموات رسانند'' [2]۔

یعنی اگر کوئی اس مخصوص عمل کو بجالائے تو وہ کھانا حرام نہیں ہوتا اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اس طریقہ کو ضروری جاننا بری بات ہے۔ بہتر یہ ہے کہ جو کچھ پڑھا گیا ہو اس کا ثواب میت کو بخش دیا جائے اور کھانا صدقہ کی نیت سے فقیروں کو کھلایا جائے اور اس کا ثواب بھی مردوں کو پہنچایا جائے۔

مولانا سرفراز احمد صفدر دیوبندی

جمہور اہل اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ میت کو ایصال ثواب درست اور جائز ہے خواہ بدنی عبادت ہو یا مالی ہو۔ البتہ بدنی عبادت کا (مثلاً نماز، روزہ اور تلاوت قرآن کریم وغیرہ) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اختلاف کرتے ہیں۔

---

[1] شمائم امدادیہ: ۱۱۲۹

[2] فتاویٰ رشیدیہ: ۱/۹۸

(شرح فقہ اکبر: ۱۵۷، کتاب الروح: ۱۴۵) مگر اکثر حضرات شوافع اور حضرات موالک اس مسئلہ میں دیگر کا ساتھ دیتے ہیں۔ حافظ القیم نے کتاب (الروح ص ۱۴۵ تا ۱۷۷) اس کی نقلی اور عقلی طور پر مبسوط بحث کی ہے۔ حق اور اقرب الی الصواب یہی بات ہے کہ بدنی اور مالی ہر قسم کی عبادت کا ثواب میت کو پہنچایا جا سکتا ہے مگر اس کے لئے چند بنیادی اور اصولی شرطیں ہیں جب تک وہ نہ ہوں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

۱. میت مومن، مسلمان اور صحیح العقیدہ ہو چاہے کتنی ہی گناہ گار کیوں نہ ہو۔ اسی طرح ایصال ثواب کرنے والا بھی مومن اور مسلمان ہو، ورنہ سب محنت رائیگاں ہوگی۔
۲. ایسی کسی عبادت میں ریا، نام ونمود، شہرت اور اپنی مصنوعی عزت اور ناک کی حفاظت کا ہرگز سوال نہ ہو اور نہ ہی لوگوں کے طعن و تشنیع سے بچنے کا خیال دل میں ہو اور خیرات من واذی سے بھی پاک ہو۔
۳. جو مال صدقہ وخیرات میں دیا جائے وہ حلال وطیب ہو۔ ناپاک اور غلول وغیرہ کا غیر طیب مال ہرگز نہ ہو جیسا قرآن کریم اور صحیح احادیث اور اقوال حضرات فقہاء کرام سے بالکل واضح ہے۔
۴. جس مال کا صدقہ اور خیرات کر دی جائے اس میں کوئی وارث غائب اور نابالغ بچہ نہ ہو ورنہ اس کا صدقہ کرنا بلا خلاف حرام اور موجب عذاب خداوندی ہے۔
۵. جو قرآن پڑھ کر بخشا جائے وہ بلا معاوضہ اور بلا اجرت پڑھا جائے۔
۶. اپنی طرف سے دنوں کا اور خاص کیفیتوں کا تعین نہ کیا جائے اور نہ کھانے کی اقسام کا تعین ہو۔
۷. یہ کھانا صرف فقراء اور مساکین کو دیا جائے۔ برادری کو اور اغنیاء کو نہ کھلایا جائے [1]۔

مولوی محمد لکھوی بن بارک اللہ

جنہیں علماء اہلحدیث میں زبدۃ المحدثین اور عمدۃ المفسرین میں شمار کیا جاتا ہے۔

---

[1] راہ سنت: ۲۴۹-۲۴۸

اپنی کتاب ''احوال الآخرت'' منظوم پنجابی صفحہ ۱۷ پر لکھتے ہیں:

رات جمعہ دی مغرب پچھے اک روایت آئی
آون روح گھر اپنے خوشیاں یا جتھ ہے اشنائی
باہر گھروں کھلوتے ویکھن کم جو دنیا کر دے
آکھن کدے تے اسیں بھی آہے وخت اینویں ہی بھر دے
اجے بھی تساں نہ غفلت چھوڑی مویاں دیکھ اسانوں
کھٹیا اساں حساب بھی بھریا آیا کم تسانوں
ہن اسیں ہوئے محتاج کما کر چھوڑ وڑے وچ قبراں
کجھ دیہو اساں اللہ عزوجل دے کارن لیو غریباں خبراں
منتاں، عاجزیاں کر منگن روون کر کر زاری
جے کوئی پڑھ کے بخشے یا کجھ دیوے چیز پیاری
کرن دعائیں راضی ہوون خوشیاں کر دے جاون
تے جے کوئی کجھ نہ بخشے دیوے سونڈیاں تیک ٹکاون
نا امید عشاؤں پچھے ہو کر آکھن بار خدایا
رحمت تھیں اینہاں خالی رکھیں جیوں اینا ں اساں بھلایا
ہر چند ضعیف روایت ہے پر رواج عمل کچیوے
صدقہ خیرات تلاوت نفلوں رات جمعہ بخشیوے

مولوی محمد صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ روایت ضعیف ہے کہ جمعرات کو روحیں گھروں کولوٹ کرآتی ہیں اور ایصال ثواب کا تقاضا کرتی ہیں، اس کے باوجود اس پر عمل کیا جائے اور قاعدہ بھی ہے کہ ضعیف روایت فضائل واعمال میں مقبول ہوتی ہے۔ اسی بناء مسلمانوں کی اکثریت جمعرات کوختم پڑھ کر فوت شدگان کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔

مولوی صاحب اپنی کتاب ''زینت الاسلام'' (۲/۴۵) پر فرماتے ہیں:

ضعیف روایت وچ فضائل عمل روا فرمایا[1]

مزید لکھتے ہیں:

ہزار پچھتر کلمہ طیب جے پڑھ بخشے کوئی
ترت خلاص عذابوں ہووے جس نوں بخشے کوئی[2]

مزید گیارہویں شریف کے متعلق لکھتے ہیں:

جے خاص اللہ عزوجل دی نیت ایہہ کھانا دہن ارواح اماماں
نہ طعام مقررہ روز مقررہ روا ہے خاص عواماں
ایہو حکم جو یارویں دیون کھانا دودھ مٹھائی
جے قصد تقرب پیر ہووے تاں شرک ایہائی
جے قصد رضا الٰہی دیون پیر ثواب پہنچاون
روز معین شرط نہ سمجھن عالم روا بتاون[3]

کھانا سامنے رکھ کر ختم پڑھنا

ہم جس چیز کو بھی بزرگان دین کی طرف منسوب کرتے ہیں اس سے بزرگوں کا تقرب مقصود نہیں ہوتا بلکہ یہ نیت عرفی ومجازی طور پر بزرگان کی طرف کی جاتی ہے۔ ہمارا مقصود صرف بزرگان کی ارواح کو ایصال ثواب ہوتا ہے۔ اصل میں وہ چیز ہم اللہ عزوجل کے نام پر خرچ کرتے ہیں اور اللہ عزوجل سے تقرب اور ثواب حاصل کرتے ہیں۔ صدقہ و خیرات پر جو ثواب ہمیں اللہ عزوجل سے ملتا ہے وہ ہم بزرگوں کی ارواح کو پیش کرتے ہیں اور جس بزرگ کی روح کو ایصال ثواب کرنا ہوتا ہے مجازی طور پر اس چیز کی نسبت اس بزرگ کی طرف کر دی جاتی ہے کہ یہ چیز ان بزرگوں کی روح کو ایصال ثواب کرنے کے لیے وقف کی گئی ہے اس ارادہ اور نیت پر عمل کرنے کو اگر کوئی حرام کہتا ہے بجائے خود ایسا

---

1 زینت الاسلام، ص ۴۵ / ۲

2 احوال الآخرت ص ۱۸

3 زینت الاسلام: ص ۴۶

کہنا ہی حرام ہے۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ﴾ [1]

(تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ عزوجل کا نام لیا گیا ہے اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو)۔

سردار اہلحدیث مولانا ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ

گیارہویں بارہویں کا کھانا بغرض ایصال ثواب کیا جائے۔ یعنی یہ نیت ہو کہ بزرگوں کی روح کو ثواب پہنچے نہ کہ بزرگ خود اس کھانے کو قبول کریں۔ اس صورت میں واقعی اختلاف اٹھ جاتا ہے [2]۔

شاہ اسمٰعیل دہلوی

''اگر شخصے بزے را درخانہ پرور کند تا گوشت او خوب شود او را ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ بخواند بخوراند خللے نیست'' [3]۔

یعنی اگر کوئی آدمی ایک بکرا گھر میں پرورش کرے یہاں تک کہ وہ خوب موٹا ہو جائے پھر اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت پکا کر اس پر حضرت غوث الاعظم کی فاتحہ پڑھ کر لوگوں کو کھلا دیوے تو کوئی حرج نہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

''نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر و افضل'' [4]۔

---

[1] انعام۔ ۱۱۸

[2] فتاوٰی ثنائیہ: ۱۷/ ۲

[3] صراط مستقیم

[4] صراط مستقیم ۶۴

یعنی یہ نہ سمجھیں کہ مردوں کے لئے طعام اور فاتحہ خوانی کے ذریعہ سے نفع پہنچانا درست نہیں بلکہ ایسا کرنا بہتر اور افضل ہے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

''اگر مالیدہ وشیر برائے فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح حویشاں پختہ بخواند وند جائز است مضائقہ نیست''[1]۔

یعنی اگر مالیدہ اور دودھ کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کے ارادے سے پکا کر کھلائیں تو کچھ مضائقہ نہیں جائز ہے۔

حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا پس یہ ہیئت مروجہ ایصال ثواب کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں اور گیارہویں حضرت غوث پاک کی، دسواں، بیسواں، چہلم، ششماہی، سالانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور حلوائے شبرات اور دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں اور مشرب فقیر کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ فقیر پابند اس ہیئت کا نہیں ہے مگر کرنے والوں پر انکار نہیں کرتا[2]۔

اب مزید کسی بحث کی گنجائش نہیں رہنی چاہئے کیونکہ مانعین کے اکابر کا بھی یہ طریقہ رہا ہے۔

نیک عمل کع کسی کے نام منسوب کرنا

کوئی نیک عمل کر کے کسی کی روح کو ایصال ثواب کرنا اور س کے نام سے منسوب کرنا یہ از روئے شرع جائز، ثواب اور سنت ہے۔ نذر و نیاز صدقہ وخیرات یہ سب کچھ اللہ عزوجل کے لئے ہے۔ اللہ عزوجل کے سوا نذر و نیاز کا کوئی تصور نہیں کسی کے لئے قربانی

---

[1] فتاویٰ عزیزیہ: ۵۰/ ا مطبوعہ دیوبند

[2] فیصلہ ہفت مسئلہ۔ ۱۲

نہیں ہے، کسی کے لئے صدقہ وخیرات نہیں ہے۔ ہر عمل خالصتاً اللہ عزوجل کے لئے ہوتا ہے مگر جس بزرگ، شیخ، دوست یا عزیز کے لئے ایصال ثواب کیا جائے اس کے نام سے منسوب کرنا ازروئے شرع جائز ہے اور درست ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اپنی ماں کی طرف سے کنواں کھدوانے کو کہا اور فرمایا "**هذه لام سعد**" یہ کنواں سعد کی ماں کا ہے۔

حالانکہ کنواں اللہ عزوجل کے لئے صدقہ تھا مگر ثواب ان کی والدہ کو پہنچانا مقصود تھا۔ امام ابوبکر جصاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تفسیر احکام القرآن میں "**وما اهل به لغير الله**" کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

﴿ولا خلاف بين المسلمين ان المراد به الذبيحة اذا اهل لغير الله عند الذبح﴾ [1]

(یعنی سب مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ اس سے مراد وہ ذبیح ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے)۔

فتاویٰ عالمگیری میں صراحتہً مرقوم ہے کہ اگر کسی مجوسی نے اپنے آتشکدہ کے لئے یا کسی مشرک نے اپنے باطل خداؤں کے لئے کسی جانور کو نامزد کیا اور کسی مسلمان نے اللہ عزوجل کا نام لے کر اسے ذبح کر دیا تو اسے کھایا جائے گا کیونکہ مسلمان نے اسے اللہ عزوجل کا نام لے کر ذبح کیا ہے [2]۔

تو اس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ کسی چیز پر محض غیر اللہ کا نام لے دینے سے وہ حرام نہیں ہو جاتی۔ بعض لوگ کسی ولی کے نام کی نذر مانتے ہیں کیا اس طرح وہ چیز حرام ہو جاتی ہے یا نہیں؟ تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ نذر کے دو معنی ہیں۔ شرعی اور عرفی۔ نذر شرعی

---

[1] ضیاء القرآن: ۱۱۰/۲

[2] فتاویٰ عالمگیری کتاب الذبائح بحوالہ ضیاء القرآن: ۱۱۰/۲

عبادت اور عبادت کسی غیر اللہ کے لئے جائز نہیں۔ اس لئے شرعی معنی میں نذر اللہ عزوجل کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کی نذر ماننا شرک ہے لیکن عرف عام میں نذر عبادت کے معنی میں استعمال نہیں ہوتی بلکہ نیاز کے معنی میں استعمال ہوتی ہے اور یہ شرک نہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے فتاویٰ میں یہ عبارت نقل کرتے ہیں:

﴿لیکن حقیقت ایں نذر آنست که اهدا و ثواب طعام و انفاق و بذل مال بروح میت که امریست مسنون و از روئے احادیث صحیحه ثابت است مثل ماورد فی الصحیحین من حال ام سعد وغیره ایں نذر مستلزم مے شود پس حال ایں نذر آنست که اهداء ثواب هذا القدر الی روح فلاں، و ذکر ولی برائے تعین عمل منذور است نه برائے مصرف و مصرف ایں نذر نزد ایشاں متوسلاں آں ولی مے باشند از اقارب و خدم و همطریقاں و امثال ذالك۔ و همیں است مقصود نذر کنندگان بلا شبه و حکمه انه، صحیح یجب الوفاء به لانه، قربة معتبرة فی الشرع﴾ [1]

(اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ اس طعام وغیرہ کا ثواب میت کی روح کو پہنچایا جاتا ہے اور یہ امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسے حضرت سعد کی والدہ کے کنویں کا ذکر صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے۔ اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے پس اس نذر کا حاصل یہ ہے کہ اس طعام وغیرہ کا ثواب فلاں ولی کو پہنچے۔ نذر میں ولی کا ذکر اس لئے نہیں کیا جاتا کہ

[1] فتاویٰ عزیزی: ۱۲۱/۱ مطبوعہ دیوبند، ضیاء القرآن: ۲/۲۱۶

وہ اس نذر کا مصرف ہے اس کا مصرف تو اس ولی کے قریبی رشتہ دار خدام درگاہ اور ہم مشرب لوگ ہوتے ہیں۔ ولی کا نام صرف اس عمل کو متعین کرنے کے لئے لیا جاتا ہے کہ نذر کرنے والوں کا بلاشبہ بس یہی مقصد ہوا کرتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی نذر صحیح ہے اور اس کو پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ ایسی اطاعت ہے جو شرعاً معتبر ہے)۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر بھر کم و بیش ہر سال دو قربانیاں دیں۔ ایک قربانی اپنی اور اپنے اہل بیت کی طرف سے اور دوسری قربانی اپنی امت کی طرف سے قربانی دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کرتے:

﴿ اللھم تقبل من محمد وال محمد ومن امت محمد ﴾ [1]

(اے اللہ عزوجل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس قربانی کو قبول فرما)۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تمام عمر بھر دو قربانیاں دیتے رہے ان سے پوچھا گیا کہ آپ دو قربانیاں کیوں کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا:

﴿ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوصانی اضحی عنہ فانا اضحی عنہ ﴾ [2]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قربانی کیا کروں پس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قربانی کرتا ہوں)۔

حضرت حکیم الامت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت اور احادیث طیبات کے بعد کسی قسم کا شبہ نہیں رہتا۔ البتہ اگر کوئی شخص اللہ عزوجل کے نام کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر کسی جانور کو ذبح کرے گا تو وہ ذبیح حرام ہوگا اور ذبح کرنے والا مشرک ہوگا۔ اسی

---

[1] سنن ابی داؤد۔ ۲/۳۹۲

[2] سنن ابی داؤد۔ ۲/۳۹۱

طرح اگر کسی شخص کے ذہن میں ایصال ثواب کا تصور تک نہیں بلکہ کسی ولی یا نبی کے لئے محض اس جانور کا خون بہانے کو ہی وہ درجہ قربت سمجھ کر ذبح کرتا ہے تب بھی وہ جانور حرام ہوگا کیونکہ جان کا مالک وہ نہیں بلکہ اللہ عزوجل ہے جس نے جان کو پیدا کیا ہے۔ اس لئے اس کو حق نہیں پہنچتا کہ اللہ عزوجل کی چیز کو کسی کے لئے قربان کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ وخیرات عبادتاً اللہ عزوجل کے لئے ہی ہوگا مگر ثواباً اللہ عزوجل کے بندے کے لئے ہو گا۔ عبادت اللہ عزوجل کی ہوتی ہے مگر ثواب اللہ عزوجل کے لئے نہیں بلکہ بندے کے لئے ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل کے بندے کا نام ثواب کی نیت سے لیا جاتا ہے اور اللہ عزوجل کا نام عبادت کی نیت سے۔

نیک عمل کے لئے وقت کا تعین

کسی نیک عمل اور صدقہ وخیرات کے لئے انتظاماً کوئی ایک تاریخ مقرر کر لینا یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ اب ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صدقہ وخیرات تو کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے اس لئے تاریخ کیوں مقرر کی جائے۔ تو اس حوالے سے یہ بات ذہن نشین ہو جانی چاہیے کہ تعین دو طرح کا ہوتا ہے۔

١ تعین شرعی

نماز پنجگانہ، حج، زکوٰۃ اور روزہ وغیرہ یہ شریعت کی طرف سے مقررہ ایام اور اوقات میں سے ہیں۔ ان ایام اور اوقات سے ہٹ کر اگر کوئی عمل کریں گے تو قابل قبول نہ ہوگا لہٰذا یہ تعین شرعی ہوگا۔

٢ تعین ذاتی وانتظامی

یہ تعین ہم اپنی سہولت کے لئے عمل میں مداومت، استقلال اور مستقل مزاجی پیدا کرنے کے لئے کر لیتے ہیں لیکن یہ حکم شرعاً نہیں ہوتا۔ تعین ذاتی عمل میں مداومت کی غرض

سے کرنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

درود پاک کے لئے جمعۃ المبارک کی تخصیص

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلوۃ فیہ فان صلوتکم معروضۃ علی﴾ [1]

(تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ ہے، اِس دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی روز ان کی روح قبض کی گئی اور اسی روز صور پھونکا جائے گا اور اسی روز بے ہوشی طاری ہوگی۔ پس اس روز کثرت سے مجھ پر درود بھیجا کرو بے شک تمہارا یہ عمل مجھ پر پیش کیا جاتا ہے)۔

نفلی روزہ کے لئے پیر اور جمعرات کا تعین

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

﴿کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتحری صوم الاثنین والخمیس﴾ [2]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے)۔

سفر کے لیے دن کی تخصیص

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج یوم الخمیس فی غزوۃ تبوک وکان یحب

---

[1] سنن ابی داوٗد: ۱/۳۹۹

[2] سنن ترمذی: ۱/۴۰۶

ان یخرج یوم الخمیس﴾ [1]

(حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعرات کے دن غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعرات کے دن سفر پر نکلنا پسند فرماتے تھے)۔

نفلی عبادت کے لیے دن کا تعین

﴿عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاتی مسجد قباء کل سبت ماشیا وراکبا فیصلی فیہ رکعتین﴾ [2]

(حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا تشریف لایا کرتے تھے کبھی پیدل اور کبھی سواری پر اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرمایا کرتے تھے)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جمعرات کو قبرستان میں فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف نوافل کے لئے مختلف شامیں اور دن مقرر فرمائے تاکہ عمل میں مداومت پیدا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی وعظ و نصیحت کے لئے جمعرات کا دن مخصوص کیا تھا۔ اب اگر کوئی انتظامی سہولت کی خاطر دن اور تاریخ کا تعین کرے تو اس کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ ارشادات گرامی ہوں گے۔ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعین شرعی کے علاوہ ذاتی سہولت کی خاطر وقت اور دن مقرر کیا۔

---

[1] صحیح بخاری۔ ۱۳۰/ ۲

[2] صحیح بخاری: ۵۲۷/ ۱

فاتحہ کا طریقہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اما طریق ختم خواجگان چشت قدس اللہ اسراہم کہ از بعض اولاد شیخ نظام الدین فارنونی رسیدہ آں است کہ چوں مہے پیش آید مرد بانت وضو کردہ صف زدہ رو بقبلہ بنشید اول دہ مرتبہ درود بخواند بعد ازاں سی صد وشصت بار ایں دعا (**لا ملجا ولا ینجی من اللہ الا الیہ**) بخواند پس ازاں سی صد وشصت مرتبہ سورہ الم نشرح خوانند پس دہ مرتبہ درود بخواند ختم تمام کنند و یرا قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا تعالیٰ سوال نمایند ہمیں طور ہر روز بخواند باشد انشاء اللہ تعالیٰ در ایام معدود بحصول انجامد [1]۔

یعنی طریقہ ختم خواجگان چشت اقدس اسراہم کہ بعض اولاد شیخ نظام الدین نارنونی سے اس طرح پہنچا ہے کہ جب کوئی حاجت پیش آئے، وضو کرے رو بقبلہ بیٹھے، اول دس مرتبہ درود شریف پڑھے، اس کے بعد تین سو ساٹھ مرتبہ یہ دعا پڑھے (**لا ملجا ولا ینجی من اللہ الا الیہ**) بعد اس کے تین سو ساٹھ مرتبہ الم نشرح پڑھے، پھر تین سو ساٹھ دفعہ وہی دعا مذکورہ پڑھے، پھر دس دفعہ درود شریف پڑھے اور ختم کرے اور تھوڑی شیرینی پر فاتحہ تمام خواجگان چشت کے نام سے پڑھے اور اپنی حاجت اللہ عزوجل سے عرض کرے۔ اسی طرح روز کرے انشاء اللہ چند یوم میں مقصد حاصل ہوگا۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرماتے ہیں کہ وہ کھانا جس کا ثواب حسنین کریمین کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ،

---

[1] انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ۔ ۱۱۴

قل شریف اور درود شریف پڑھا جائے وہ متبرک ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے [1]۔

شاہ اسمٰعیل دہلوی

''اول طالب را باید کہ با وضو دو زانو بطور نماز بنشیند و فاتحہ بنام اکابر ایں طریق یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہما خواندہ التجا بجناب حضرت ایزد پاک بتوسط ایں بزرگاں نماید و بنیاز تمام و زاری بسیار دعائے کشود کار خود کردہ ذکر دوضربی شروع نماید'' [2]۔

یعنی پہلے طالب کو چاہیے کہ وضو کرے اور نماز کے طریقہ پر دو زانو ہو کر بیٹھے اور اس طریقہ کے اکابر یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہما کے نام فاتحہ پڑھے اور پھر درگاہ الٰہی میں ان بزرگوں کے وسیلہ سے التجا کرے اور انتہائی عجز و نیاز اور کمال تضرع و زاری کے ساتھ اپنے حل مشکل کی دعا کر کے دوضربی ذکر شروع کرے۔

مولانا صدیق الحسن بھوپالی (اہل حدیث)

اپنی کتاب ''کتاب التعویذات الداء والدواء'' کے صفحہ نمبر ۱۱۰ پر ختم خواجگان اور دیگر ختم صفحہ نمبر ۱۱۱ اور صفحہ نمبر ۱۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

ختم برائے میت

فرماتے ہیں کہ جس کے پاس ختم قرآن یا تہلیل ہو اس سے کہے کہ دس بار (**قل ھو اللہ احد مع بسم اللہ**) پڑھے، پھر دس مرتبہ درود شریف پڑھے، پھر دس مرتبہ (**سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ**) پڑھے، دس بار (**اللھم اغفرہ وارحمہ**) پڑھے، پھر ہاتھ اٹھا کر سورہ فاتحہ پڑھ کر آواز بلند سے کہے کہ ثواب ان کلمات طیبات کا جو اس حلقہ میں پڑھے گئے اور ثواب ختم قرآن و تہلیل کا فلاں کی

---

[1] فتاویٰ عزیزیہ: ۷۸/۱ مطبوعہ دیوبند

[2] صراط مستقیم۔۱۱۱: فخر المطابع ضیاء القرآن ۶۱۳/۲

روح کو پیش کیا گیا۔لوگ حلقہ کے یوں کہیں (ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم)

مولوی محمد بن بارک اللہ لکھوی (الحدیث)

رات جمعے دی مغرب پچھے جے دو نفل گزارے
ہر رکعت وچ فاتحہ پچھے ستر قل پیارے
جس میت نوں پڑھ کر بخشے ترت او بخشیا جاوے
بھاویں دوزخ دیوچ سڑدا تاں بھی باہر آوے
پہلی رات جے مغرب دونوں نفل گزارے
فاتحہ پچھے آیت الکرسی اک واری پڑھ پیارے
سورۃ الھاکم پڑھ یاراں واری ہر رکعت وچ بھائی
بخش میت نوں سن تیرے اوہ میت بخشایا جائی
پچھلیاں آس رکھن سب مردے جیونکر ڈبدا کوئی
جس نوں دیکھے آس کرے جو مینوں کڈھ سی کوئی [1]

طریقہ فاتحہ

باوضو قبلہ رخ دوزانو بیٹھیں سامنے شیرینی حلال وطیب کمائی اور صفائی سے تیار کی ہوئی کل یا جز، ساتھ ہی پانی بھی سامنے رکھیں۔

تعوذ وتسمیہ کے بعد ایک رکوع جہاں سے یاد ہو پڑھیں مثلاً سورہ ملک وغیرہ سے، پھر بسم اللہ شریف پڑھ کر (قل یایھا الکفرون) تین بار، پھر بسم اللہ شریف کے بعد تین بار (قل ھو اللہ احد) پھر مع بسم اللہ (قل اعوذ برب الفلق) ایک بار پھر مع بسم اللہ (قل اعوذ برب الناس) ایک مرتبہ پھر مع بسم اللہ الحمد شریف ایک بار، پھر مع بسم اللہ سورۃ بقرہ (الم تاھم المفلحون) تک ایک بار پڑھیں۔ پھر (وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ) (البقرہ:۱۶۳)، (اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ

---

[1] احوال الآخرت

الْمُحْسِنِيْنَ)، (وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ)، (مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا) پڑھیں پھر کوئی بھی دورد شریف تین بار۔ اگر وقت ہوتو درود تاج پڑھیں اور پھر (سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۱۸۰ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۸۱ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۸۲) پڑھیں [1]۔

دعابرائے ایصال ثواب

دعا کے شروع میں درود پاک پڑھیں، پھر یوں کہیں یارب العالمین یہ نعت خوانی، ذکرواذکار، تلاوت قرآن کریم، ختم شریف، تبرکات طعام وغیرہ جو کلمات طیبات پہلے یا اس محفل میں پڑھے یا سنے گئے ان میں جو بھول کر یا جان کر غلطیاں اور خامیاں پیدا ہوگئی ہوں وان کو معاف فرما اور اس کی اصلاح کی توفیق عطا فرما۔

اے میرے رب اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے اس کو درجہ قبولیت عطا فرما اور اپنے فضل وکرم سے ثواب عنایت فرما کر اس ثواب کو بارگاہ رسالت مآب بخدمت اقدس حضور پرنور سید المرسلین شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے تمام انبیاء کرام، صدیقین، شہداء، صالحین، خلفائے راشدین، اہل بیت اطہار (ازواج مطہرات اور اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، جملہ صحابہ کرام، ابوین شریفین، تابعین، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین، آئمہ طریقت، جملہ مشائخ عظام خصوصاً حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بہاءالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، اویسیہ، چشتیہ قادریہ، جملہ اولیاء، صوفیاء، علماء، متقدمین سے متاخرین تک جملہ مومنین ومومنات، مسلمین ومسلمات (اگر پیر ومرشد یا والدین سے کوئی زندہ ہوتو اس کو بھی ثواب بخشیں خصوصاً مقصود ہو اس کا نام لے کر ان کی خدمت میں ثواب پیش کریں)۔ پھر مندرجہ بالا تمام

---

[1] الصّٰفّٰت: ۱۸۲-۱۸۱-۱۸۰۔ ہمارا اسلام مفتی خلیل احمد برکاتی

بزرگوں کے طفیل اللہ عزوجل سے اپنے واسطے نیک دعائیں قبول کرنے کی گزارکریں۔ اپنے وطن عزیز کی سلامتی کی دعائیں مانگیں۔ اس میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نفاذ اور مجاہدین کے لئے ثابت قدمی کی دعائیں مانگیں۔ وہ مظلوم مسلمان جو ظالموں کی بربریت کا شکار ہیں ان کی آزادی کی دعامانگیں۔ پھر درود شریف پڑھ کردعاختم کریں۔

نوٹ: (1) عورت اور نابالغ بچہ بھی فاتحہ پڑھ سکتے ہیں بشرطیکہ تلفظ درست ہو۔

(2) کسی غیر مسلم کے لئے مغفرت کی دعا نہ کریں۔

ایک اہم گزارش

جن لوگوں کی قسمت میں دعا، قرآن خوانی اور صدقہ وخرات کا ثواب لکھا ہوتا ہے اللہ عزوجل انہیں اپنی رحمت سے توفیق عطا فرمادیتا ہے کہ وہ آباؤاجداد اور اقرباء کے لئے ایصال ثواب کی محافل کا انعقاد کرتے ہیں۔ پھر جب وہ فوت ہوتے ہیں تو ان کے پسماندگان ان کے لئے ایسی مجالس برپا کر کے ان کی روح کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔ جو نہیں کرتے ان سے جھگڑا نہ کریں اور یہی امید ان لوگوں سے کرتا ہوں کہ اگر کوئی مستحبات یا مباحات پر عمل کرتا ہے تو اسے مشرک یا بدعتی کہہ کر اس کی دل آزاری نہ کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ مستحبات اور مباحات کو باعث نزاع بنا کر لوگوں کو اسلام سے دور کرنے کی اغیار کی ایک مذموم سازش ہے۔ ناعاقبت اندیش لوگ علم میں ادھورے، ضدی اور حاسد علماء نے عجیب وغریب جھگڑے پیدا کر کے ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ہے اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کر دیا ہے۔

محترم علماء کرام!

آپ کا کام لوگوں کو دین کی طرف بلانا ہے، حسن اخلاق کا سبق دینا ہے۔ جھگڑا وفساد نہیں آپ کا کام بھائی چارے کی فضا قائم کرنا ہے قتل وغارت نہیں۔ خدارا اپنے منصب کو سمجھئے غیروں کو طعنہ زنی کا موقع نہ دیجئے۔ اللہ عزوجل اپنے محبوب مکرم کے صدقے ہمیں سمجھ عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

اَحکام وراثت

اگر کوئی شخص اپنی ساری زندگی عبادت وریاضت میں گزارے مگر اپنے وارثوں پر ظلم کر کے مرے کہ بعض کو ظلماً نقصان پہنچاوے تو اس کی عبادت وریاضت بیکار ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے میرے والد سے عرض کیا کہ اپنا فلاں باغ میرے بچہ نعمان کو ہبہ کر دو اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی قائم کر لو۔ چنانچہ میرے والد مجھے بارگاہ نبوی شریف میں لائے اور عرض کیا کہ میں فلاں باغ اپنے اس بیٹے نعمان کو دیتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گواہ رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا ظلم رے اور بھی فرزند ہیں؟ عرض کیا ہاں فرمایا کیا سب کو اتنا ہی مال دیا ہے؟ عرض کیا نہیں صرف نعمان کو ہی دیا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اری ساری اولاد دری خدمت کرے تو تم بھی ساری اولاد میں انصاف سے کام لو۔

عام مسلمان علم میراث سے بے خبر ہونے کے باعث وراثت کی تقسیم صحیح نہیں کرتے، بعض جگہ تو میراث میں اسلامی قانون چھوڑ کر مشرکین کا قانون قبول کر لیا جاتا ہے جس سے ان کی لڑکیاں میراث سے محروم ہو جاتی ہیں۔

گویا معاذ اللہ یہ لوگ جیتے جی تو مسلمان ہیں مگر مرتے ہی بے ایمان، یہ جرم یقیناً قابل معافی نہیں۔ حقوق اللہ تو، توبہ وغیرہ سے معاف ہو جاتے ہیں لیکن حقوق العباد زبانی توبہ سے معاف نہیں ہوتے۔ میراث تمام وارثوں کا حق ہے اگر اس میں کمی بیشی کر کے کسی کی حق تلفی کی گئی تو اس کی معافی توبہ سے بھی نہیں ہوگی۔

بیٹوں کی محبت میں اپنی آخرت کیوں برباد کرتے ہو، نہ بیٹے تمہیں جنت دیں گے نہ بیٹیاں جہنم میں دھکا دیں گی۔ دونوں لخت جگر ہیں ان سب کو وہ حق دو جو اللہ عزوجل نے

مقرر فرمایا ہے اس میں ہی تمہاری بھلائی ہے۔ وراثت کے چند مختصر مسائل درج کئے جاتے ہیں۔

مال میت کے مصارف

جو مسلمان انتقال کر جاتا ہے تو شرعاً اس کے مال میں چار حق ہوتے ہیں۔

۱. اس کے مال سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے۔ اس میں نہ زیادتی ہو نہ کمی۔
۲. کفن دفن سے جو مال بچ جائے اس کا قرض ادا کیا جائے۔
۳. قرض ادا کرنے کے بعد جو مال بچا اس کے تہائی (۱/۳) حصہ سے میت کی وصیت پوری کی جائے۔
۴. وصیت کے پورا کرنے کے بعد جو مال بچے اس کو مرنے والے کے وارثوں پر شریعت اسلامیہ کے مطابق تقسیم کیا جائے۔

وراثت میں وصیت کا بیان

شریعت اسلامیہ کا حکم ہے کہ جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو تجہیز و تکفین کے بعد سب سے پہلے اس کا قرض ادا کیا جائے۔ بعد ازاں وصیت پر عمل کیا جائے۔ قرض کی ادائیگی کا مقدم ہونا تو عین انصاف ہے۔ وصیت کے بارے میں شریعت نے چند ایک قیود عائد کی ہیں اور اسلام سے پہلے وصیت کے بارے میں جو طریقہ رائج تھا اس میں اصلاح کر دی تا کہ اس طریقہ میں جو بے راہ روی رواج پا چکی تھی اس کا سد باب کر دیا جائے۔

اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ مرنے والا اپنی جائیداد کی ایسے لوگوں کے نام وصیت کر جاتا جن سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا تھا اور اپنی اولاد کو محروم کر دیتا اور اس فعل کو شرافت و سخاوت کا کمال شمار کیا جاتا۔ اللہ عزوجل نے اس بے راہ روی کے انسداد کے لئے احکام وراثت نازل فرمائے اور تمام رشتہ داروں کے حصے مقرر کر دیئے اور ان میں رد و بدل اور کمی بیشی کرنے سے صاف الفاظ سے منع فرما دیا۔ لیکن بسا اوقات کوئی اجنبی یا غیر وارث رشتہ داروں سے بڑھ کر خدمت کرتا ہے اور وہ شخص جس نے اس سے خدمت لی ہے اس خدمت کا صلہ دینا چاہتا ہے یا کسی کار خیر میں حصہ لینا چاہتا ہے تو اس سے بھی اسے محروم

نہیں کیا گیا حصہ جائیداد کے ۳/۱ حصہ میں اسے وصیت کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم نے وصیت کے لئے ''غیر مضار'' کی قید لگائی (یعنی کسی حقدار کو نقصان نہ پہنچایا گیا ہو) اسی لئے رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

﴿ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث﴾ [1]

(بے شک اللہ عزوجل نے ہر حقدار کو اس کا حصہ عطا فرما دیا ہے۔ اس لئے کسی وارث کے لئے وصیت کی اجازت نہیں)۔

یعنی وصیت کی اجازت صرف ان لوگوں کو دی گئی ہے جو وارث نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر وارث کے لئے بھی وصیت جائز رکھی جاتی تو پھر قواعد میراث بالکل معطل ہو کر رہ جاتے۔ بعض لوگ وصیت کو (۳/۱) تک محدود کرنے پر بڑے برافروختہ ہوتے ہیں۔ کاش! وہ اسلام کے حکیمانہ نظام میں غور کریں۔ (مزید تفصیلات کے لئے سنت خیر الانام سے رجوع کریں۔)

وارثوں اور ان کے حصوں کا بیان

قرآن پاک میں وارثوں کے جو حصے مقرر کیے گئے ہیں وہ کل چھ ہیں۔

۱۔ نصف (۲/۱)، ۲۔ چوتھائی حصہ (۴/۱)، ۳۔ آٹھواں حصہ، (۸/۱)، ۴۔ دو تہائی حصہ (۳/۲)، ۵۔ ایک تہائی حصہ ۳/۱)، ۶۔ چھٹا حصہ (۶/۱)

ان حصوں کو پانے والے کل بارہ وارث ہیں جن میں چار مرد اور آٹھ عورتیں۔

۱ چار مرد یہ ہیں

(۱) میت کا باپ۔ (۲) میت کا صحیح دادا۔ (۳) ماں شریکا بھائی یعنی میت اور اس کے باپ الگ الگ ہوں اور ماں ایک ہو۔ (۴) خاوند۔

۲ آٹھ عورتیں یہ ہیں:

(۱) میت کی بیوی۔ (۲) بیٹی۔ (۳) پوتی۔ (۴) سگی بہن یعنی میت اور اس کے

---

[1] ضیاء القرآن: ۱/۳۲۶

ماں باپ ایک ہی ہوں۔(۵) باپ شریکی بہن یعنی میت کی ماں الگ ہو اور باپ ایک ہی ہو۔(٦) ماں شریکی بہن۔(۷) والدہ (۸) جدہ (دادی۔نانی)

❀ نوٹ: صحیح دادا وہ ہے جس کا رشتہ میت سے باپ کی طرف سے ہو یعنی اس کے رشتہ میں ماں داخل نہ ہو۔ جیسے باپ کا باپ اور باپ کا دادا اور فاسد دادا وہ ہے جس سے میت کے ساتھ رشتہ میں ماں ہو۔ جیسے ماں کا باپ یعنی نانا یا ماں کا دادا۔ صحیح دادا تو ذی فرض ہے اور فاسد دادا یعنی نانا، نہ تو ذی فرض ہے اور نہ ہی عصبہ، بلکہ ذوی الارحام میں سے ہے۔

❀ صحیح دادی وہ ہے جس کا رشتہ میت سے فاسد دادا کے ذریعہ نہ ہو یعنی اس کے اور میت کے درمیان میں فاسد دادا نہ آتا ہو تو ماں کی ماں اور باپ کی ماں اسی طرح ماں کی نانی یا پڑنانی صحیح دادی ہے۔ ماں کی دادی اور باپ کی ماں کی دادی فاسد دادی ہے کیونکہ اس کے بیچ میں فاسد دادا آ گیا ہے۔ پہلی صورت میں تو نانا اور دوسری میں باپ کا نانا اور یہ دونوں فاسد دادا ہیں اس کو خوب غور سے سمجھنا چاہیے۔

ورثہ سے محروم کرنے والی چیزیں

چار چیزیں وارث کو ورثہ سے محروم کر دیتی ہیں۔ ان چیزوں میں سے ایک بھی کسی وارث میں پائی جائے تو اس کو اپنے رشتہ دار کے مال سے کچھ بھی نہ ملے گا۔

1. غلام ہونا۔ جب وارث کسی کا غلام ہو تو اپنے کسی رشتہ دار کی میراث نہ پائے گا۔
2. سمجھدار بالغ وارث کا بلا وجہ اس طرح میت کو قتل کرنا جس سے قصاص یا کفارہ واجب ہو۔ قصاص کے دو معنی ہیں قتل کرنے والے کو بدلہ میں قتل کرنا۔ اگر نابالغ بچہ یا دیوانہ آدمی اپنی دیوانگی کی حالت میں کسی مورث کو قتل کر دے تو اس سے وہ ورثہ سے محروم نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر وارث نے اپنے قرابت کو حق کی وجہ سے قتل کیا تو یہ بھی ورثہ سے محروم نہ ہوگا۔

حق کی صورت یہ ہے کہ مثلاً میت کسی کو قتل کرنے آیا تو اس نے اپنی جان بچانے کے لئے میت کو قتل کیا یا باغی ہو کر آیا اس نے بادشاہ برحق کی طرف سے قتل کیا۔

3. وارث اور میت کا دین جدا ہو۔ یعنی وارث مسلمان ہے اور میت کافر یا میت

مسلمان ہے اور وارث کافر۔ تو یہ ورثہ سے محروم ہے۔

۴ میت اور وارث کا وطن الگ الگ بادشاہتوں میں ہونا۔ لیکن یہ وطن الگ اس صورت میں تصور ہوگا جب دو ملکوں کے بادشاہ مستقل اور الگ الگ ہوں اور ان بادشاہتوں کی فوج اور لشکر الگ ہوں۔ ایک بادشاہت میں الگ الگ ریاستیں جن کے نواب اور راجے علیحدہ علیحدہ ہوں تو مختلف وطن نہیں کہلائیں گے۔

نوٹ: وطن کا الگ الگ ہونا کافروں کے لئے محروم کرنے والا ہے۔ مسلمان خواہ کسی بھی ملک میں ہو اپنے قرابت دار مسلمان کا حصہ پائے گا۔

اولاد کے وارث ہونے کی صورت

اولاد کے وارث ہونے کی چار صورتیں ہیں:

۱ لڑکے بھی ہوں اور لڑکیاں بھی۔ اس صورت میں لڑکے کو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ ملے گا۔

۲ صرف ایک لڑکی ہو۔ اس صورت میں لڑکی نصف جائیداد کی وارث ہوگی۔

۳ صرف دو لڑکیاں ہوں۔

۴ یا دو سے زائد لڑکیاں ہوں اور لڑکا کوئی نہ ہو۔

تیسری اور چوتھی دونوں صورتوں میں لڑکیوں کو جائیداد کا دو تہائی حصہ ملے گا۔

والدین کے وارث ہونے کی صورت میں

والدین کے وارث بننے کی تین مختلف صورتیں ہیں۔

۱ ماں باپ بھی موجود ہوں اور اولاد بھی ہو، خواہ لڑکا یا لڑکی، ایک یا زیادہ۔ اس صورت میں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا اور بقایا اولاد میں حسب قاعدہ تقسیم ہوگا۔

۲ صرف ماں باپ وارث ہوں، میت کی اولاد نہ ہو اور بہن بھائی بھی نہ ہوں تو اس صورت میں ماں کا ایک تہائی (۱/۳) حصہ اور بقیہ دو تہائی (۲/۳) باپ کا۔

۳ میت کی اولاد نہ ہو لیکن بہن بھائی ہوں اور ماں باپ بھی ہوں اس صورت میں ماں کو چھٹا (۱/۶) حصہ اور بقیہ (۵/۶) حصہ باپ کو۔ بہن بھائی خواہ عینی ہوں یعنی

ایک ہی ماں اور باپ کی اولاد ہوں، خواہ علاتی یعنی باپ ایک اور مائیں الگ الگ یا خیافی یعنی ماں ایک اور باپ الگ الگ ہوں۔ ان سب حالتوں میں ایک ہی حکم ہے کہ باپ کے باعث بہن بھائیوں کو حصہ نہیں ملے گا [1]۔

بیوی کی وراثت کی تقسیم

بیوی کی وراثت کی تقسیم کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

1. متوفیہ بیوی کی کوئی اولاد نہ ہو۔ نہ لڑکا اور نہ لڑکی، نہ تم سے اور نہ کسی اور خاوند سے۔ اس صورت میں نصف خاوند کو ملے گا اور بقیہ نصف دوسرے وارثوں میں حسب قاعدہ شرعی تقسیم ہوگا۔
2. اس کی کوئی اولاد ہو تو اس صورت میں چوتھائی خاوند کو ملے گا اور بقیہ دوسرے وارثوں کو۔

خاوند کی وراثت کی تقسیم

1. خاوند کی کوئی اولاد نہ ہو نہ لڑکا اور نہ لڑکی، نہ موجود بیوی سے نہ کسی دوسری بیوی سے۔ اس صورت میں چوتھائی (۱/۴) حصہ بیوی کو ملے گا خواہ ایک ہو یا زیادہ اور اگر خاوند کی اولاد ہو تو (یہ تفصیل سابق) بیوی کو آٹھواں (۱/۸) حصہ ملے گا ایک ہو یا زیادہ۔ بقیہ حصہ دیگر وارثوں میں تقسیم ہوگا [2]۔

کلالہ کی وراثت کی تقسیم

کلالہ اس مرد یا عورت کو کہا جاتا ہے جس کی نہ اولاد ہو اور نہ ہی اس کے والدین زندہ ہوں۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

(الف) اگر اس کے اخیافی (یعنی ماں کی طرف سے سگے) بہن بھائی ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں:

---

[1] ضیاء القرآن: ۱/۳۲۴

[2] ضیاء القرآن: ۱/۳۲۵

۱۔ یا تو ایک بھائی یا ایک بہن وارث ہوگی تو اس صورت میں اس کو چھٹا حصہ ملے گا۔

۲۔ اگر وہ ایک سے زائد ہوں تو سب کو تہائی حصہ ملے گا اور سب میں برابر تقسیم ہوگا [1]۔

(ب) اگر اس کے وارث عینی یا علاتی بہن بھائی ہوں تو اس کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ بہن سے مراد سگی اور باپ کی طرف سے جو بہن ہو اس کو نصف ترکہ ملے گا اور بقیہ نصف اگر کوئی عصبہ ہو یعنی چچا، چچازاد بھائی وغیرہ ہوں تو ان کو ملے گا ورنہ یہ نصف بھی بہن کی طرف لوٹ آئے گا۔

۲۔ دو یا دو سے زائد بہنیں ہوں تو ثلث حصہ عصبہ کو ملے گا اور اگر عصبہ کوئی نہ ہو تو یہ پھر انہی بہنوں کو ملے گا۔

۳۔ اگر کلالہ کے وارثوں میں بھائی اور بہنیں دونوں ہوں تو بھائی کو دو حصے اور بہن کو ایک حصہ ملے گا۔ (ضیاء القرآن: ۴۳۰/۱)

مزید تفصیلات کے لئے حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں گجراتی کے رسالہ المیراث سے راہنمائی حاصل کریں یا دیگر کتب فقہ سے رجوع کریں۔

اظہار تشکر

اس کتاب کی ترتیب وتدوین، تیار و حوالہ جات کے لئے جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے میں ان کے تمام فاضل مصنفین کا بے حد شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

---

[1] ضیاء القرآن: ۳۲۵/۱

ملنے کا پتہ

انجمن غلامان چشتیہ پاکستان

محلہ رحیم پورہ (الہ آباد) وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

Printed by UMER JEE printers,Lahore 0345-4353288